إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

عبدالماجد دریابادی

تصوف اسلام

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تصوفِ اسلام

تصوف کی نو اہم کتابوں کا اجمالی مطالعہ

تالیف

عبدالماجد دریابادی

IBF

اسلامک بک فاؤنڈیشن

مؤسسہ انتشارات اسلامی

۲۴۹ - این سمن آباد ( ) لاہور

Marfat.com

129600

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴۲

جملہ حقوق بحق اسلامک بک فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

ناشر ---------- اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور

طابع ---------- مکتبہ جدید پریس، لاہور

تقسیم کار ---------- المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور

سالِ اشاعت ---------- ۱۴۰۰ھ ○ ۱۹۸۰ء

تعداد ---------- ایک ہزار

قیمت ---------- اصل اشاعت: ۱۸/۰ روپے
ارزاں اشاعت: ۹/۰ روپے

باہتمام

الحاج محمد ارشد قریشی النقشبندی

ایم اے (اقتصادیات) ایم اے (علوم اسلامیہ)

اعزازی ڈائریکٹر – اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۲۹ - [illegible] - لاہور [illegible]

واحد تقسیم کار: "المعارف" گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

ترتیب

باب نمبر	مضمون		صفحہ
۱	کتاب اللمع	شیخ ابو نصر سراجؒ	۹
۲	کشف المحجوب	شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ	[illegible]
۳	رسالۃ القشیریہ	استاد ابو القاسم قشیریؒ	[illegible]
۴	فتوح الغیب	شیخ عبد القادر جیلانیؒ	[illegible]
۵	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	[illegible]
۶	فوائد الفواد	خواجہ نظام الدین دہلویؒ	[illegible]
۷	منطق الطیر	شیخ فرید الدین عطارؒ	[illegible]
۸	لوائح	شیخ عبد الرحمن جامیؒ	[illegible]
۹	فقر محمدی	شیخ احمد الوالیؒ	

Marfat.com

پیش لفظ[1]

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع ترین پیامِ رحمت ہے، انسان کے ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشرتی، جسمانی و روحی، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبۂ حیات میں ترقیوں کا ضامن، خدارسی و خداشناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود ہے۔ اس پر اس نے خاص طور سے زور دیا اور اس کے ذرائع و وسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کیے کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔

مسلمانوں میں ابتداء سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کرکے اپنا نصب العین محض یادِ خدا و ذکر الٰہی کو رکھا اور صدق و صفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔

شروع شروع یہ گروہ دوسرے ناموں سے ملقب رہا۔ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام مسلکِ "تصوف" پڑ گیا اور یہ گروہ "گروہِ صوفیہ" کہلانے لگا۔

اصطلاح "تصوف" کب سے رائج ہوئی؟ اس بحث کا یہاں موقع نہیں، نہ اس لفظ کے اشتقاق اور اس کی تحقیقِ لغوی کو اس وقت بیان کرنا مقصود ہے۔ یہاں کہنا صرف یہ ہے کہ اس گروہ کے اکابرِ قدیم پہلے سے مسلمان تھے، پھر صوفی، وہ تصوف کو اسلام کے مقابل ایک جداگانہ مسلک کی حیثیت سے نہیں لاتے تھے، بلکہ اسلام کے ماتحت اسی کی پاکیزہ ترین صورت کو کہتے تھے وہ اپنے اسلام کو، اپنے تصوف پر مقدم رکھتے تھے اور تصوف کو محض اس لیے عزیز

---

[1] نصف صدی بعد اس کتاب پر نظرِ ثانی کی تو بعض مقامات پر واقعانہ انداز غالب تھا انہیں تمیز کر دیا ہے جس سے کتاب کی خالص علمی حیثیت اور اجاگر ہوگئی ہے۔

Marfat.com

و محبوب رکھتے تھے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی خالص ترین و پاکیزہ ترین تعبیر تھی۔

صفحات آیندہ میں بعض قدیم اکابر صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصل تصانیف کی مدد سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی سعی کی جائے۔ اسوۂ رسول ﷺ و صحابہؓ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے۔ طاعات و عبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے۔ قلب کو محبت و تعلق ماسوا سے الگ کیا جائے۔ نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائے معاملات و تزکیۂ باطن میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے۔

حضرت شیخ جیلانیؒ بلکہ ان کے مرید با اختصاص اور بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک کی تصانیف میں یہ اسلامی عنصر قائم، اور یہی رنگ غالب ہے۔ اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربیؒ کے اثر سے نظام تصوف میں فلسفیانہ عنصر کو غلبہ حاصل ہونے لگا۔ وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے اور فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلات کو اور تقویت ہوتی گئی۔ چنانچہ ملا جامیؒ کی لوائح (جیسا کہ آگے چل کر اس کے ترجمہ کے ذیل میں ظاہر ہوگا) ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم نویں صدی کا یہ تصوف بھی اگرچہ ابتدائی صدیوں کے تصوف سے بہت کچھ منحرف ہو چکا تھا، ان رسم پرستیوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا جن پر آج اکثر خانقاہوں اور درگاہوں میں تصوف کا اطلاق ہوتا ہے۔

تصوف کی موجودہ مسخ شدہ شکل یونانی اوہام، ایرانی تخیلات، ہندی رسوم اور دیگر غیر اسلامی عناصر کا ایک معجون مرکب ہے جس کے صرف بعض اجزاء اسلامی رہ گئے ہیں اور وہ بھی بڑی تلاش و دیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقۃً اسلامی [illegible] اسلامی تصوف وہ تھا جو خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، جو [illegible] و علی مرتضیٰ کا تھا، جو سلمان و ابوذر کا تھا، جس کی تعلیم خواجہ حسن بصری و ابو القاسم جنید بغدادی نے دی، جس کی ہدایت شیخ جیلانی و شیخ سہروردی و خواجہ اجمیری و محبوب دہلوی و خواجہ نقشبندی و مجدد سرہندی کرتے رہے اور جس کی دعوت اس دور آخر میں شاہ ولی اللہ دہلوی [illegible] دیتے رہے۔

Marfat.com

خواجہ معین الدینؒ اجمیری سلسلہ چشتیہ کے مسلّم مقتدائے بزرگ گزرے ہیں۔ ملفوظات مبارک کا مجموعہ دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا فراہم کیا ہوا شائع ہو چکا ہے رسالۂ مذکور اوّل سے آخر تک نماز وعبادات کی تاکید اور اتباع سنّت رسولؐ کے فضائل سے لبریز ہے۔ وضو وغیرہ کے بعض معمولی سنن کی پابندی پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ آج اکثر دِن کو فرائض میں اس کا نصف اہتمام بھی نصیب نہیں اور اس باب میں اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بانی سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوب سبحانی حضرت شیخ جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین ہے جو شروع سے آخر تک بجائے کسی درویش وصوفی کے ایک ٹھیٹھ فقیہ اور عالم متشرع کی فقہی تالیف نظر آتی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک اور گوہر درخشاں خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی تھے جن کے ملفوظات میں سب سے زیادہ معتبر رسالہ فوائد الفواد مرتبہ امیر حسن علاء سجزی، اور حالات وسوانح میں رسالہ سیر الاولیاء (مرتبہ میر خوردؒ دہلوی، موجود ہیں۔ ان رسائل کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"بندہ را بپیش طلبید و فرمود کہ باید کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت وعبادت باشی۔" صفحہ ۲۴ (فوائد الفواد مطبوعہ نولکشور)

"حکایت جماعت متحیراں افتاد...... یکے از حاضراں حکایت کرد کہ من وقتے جائے رسیدم و ایں چنیں ہفت کس را دیدم دو چشم در آسمان داشتند۔ شب و روز متحیر ماندہ، مگر آنکہ وقت نماز درمی آمد، ایشاں نماز می گزاردند و باز ہمچناں متحیر می ماندند، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے انبیاء معصوم اند و اولیاء محفوظ ہمچنیں باشد کہ گفتی، اگرچہ شب و روز متحیر باشند، امّا نماز ایشاں فوت نہ شود۔ (صفحہ ۱۴۴ ایضاً)

"چوں عمر عزیز سلطان المشائخ بہشتاد کشید۔ پنج وقت نماز بجہت جماعت از بالائے بام جماعت خانہ کہ عمارتے بس رفیع است فرود آمدے و با درویشاں وعزیزاں کہ در آں جمع ملکوت حاضر می شدند نماز

Marfat.com

گزار دے (سیر الاولیا ص۱۲۴)

اکابر چشتیہ کی ساری زندگیاں صحیح تصوف اسلامی کا نمونہ تھیں۔ تفصیل کسی مناسب موقع پر بیان ہوگی۔

عہد نبوت سے تقریبًا ایک ہزار سال گزرنے پر شیخ احمد سرہندیؒ پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا کہ اس کی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے در و دیوار سے آ رہی ہے۔ شیخ موصوفؒ کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں شروع سے آخر تک مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعوی کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اعادہ ہے، اور وہ یہی ہے کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے میں کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ بنانا چاہیے اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہوں انھیں مردود سمجھنا چاہیے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"بدانکہ از جملہ ضروریات طریق سالک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آں را از کتاب و سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند........ و اگر بالفرض خلاف آں معانی مفہومہ بکشف و الہام امرے ظاہر شود، آں را اعتبار نباید کرد، و از آں استعاذہ باید نمود (مکتوبات مجددی حصہ دوم ص۴۳ مطبوعہ امرتسر)

شریعت را صورتے است و حقیقتے، صورتش آں ست کہ علماء ظواہر بہ بیان آں متکفل اند و حقیقتش آں کہ صوفیہ علیہ بآں ممتاز اند۔ (حصہ سوم ص۸)

آنچہ بر ما فقیراں لازم است دوام ذل است و افتقار و انکسار و تضرع و التجاء و اداے وظائف عبودیت و محافظت حدود شرعیہ و متابعت سنت سنیہ (حصہ دوم ص۵)

ولایت را درجات اند بعضہا فوق بعض، ہر یکے از انبیاء بر قدم ... ولایت است مخصوص بآں و انتہائے درجات آں جہاں منتہائے ولایت آں نبی است

Marfat.com

پیغمبر ماست ...... و ازیں مقام عزیز الوجود نصیب کامل وعظ واف
حاصل است مہر کمل تابعانِ آں سرور ما علیہ الصلوٰۃ والسلام پس لازم گی
متابعتِ آں حضرت را صلعم اگر شمایان تحصیل ایں دولت قصویٰ و تکمیل ایں د
علیا متوجہ اید (حصہ اول ص ۴۲)

"محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین است ۔ ہر چیز کہ خوب
مرغوب است از برائے مطلوب و محبوب است ۔ لہذا حق سبحانہ تعا
در کلام مجید خود می فرماید ۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ و نیز می فرماید تعالیٰ
تقدس اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ و نیز ف
تعالیٰ و تقدس اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُو
اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام صراط مستقیم خوانده و ما سوائے اورا داخ
سبل گردانیده و اتباع آں منع فرموده ...... باطن متمم ظاہر است و مک
آں ۔ سر موئے با یکدگر منافت ندارد ...... پس سالکانِ سبل طریقہ
و حقیقت را اگر در اثنائے راه اموریکہ بظاہر با شریعت در جنگ اند ظا
شوند و ظاہر سازند مبنی بر سکر وقت و غلبہ حال است ۔ اگر ازاں مقا
گزرانند و بہ صحو آرند ۔ آں منافات بالکلیہ مرتفع می شود و آں علوم متضاد
بہ تمام ہبا منثور می گردند" (ایضاً حصہ ۲ ص ۳۰۲)

مکتوبات مجددی کی ایک ایک سطر اسی تعلیم محمدی سے لبریز ہے ۔ دوبارہ
دعوت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مختلف تصنیفات وصایا، القول الجمیل، حجۃ
فوز الکبیر وغیرہ کے ذریعہ سے پیش کی ۔ خدائے پاک و برتر اس حقیر خدمت کو قبو
اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تصوف کے سمجھنے اور اس کے اختیار کرنے
نصیب کرے ۔

عبدالماجد

دریاباد ۔ بارہ بنکی

۲۱ ۔ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

باب

کتاب اللّمع

(از شیخ ابوالنصر سرّاجؒ)

۱۔ مصنّف[1]

پورا نام عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابوالنصر سرّاج تھا، لقب طاؤس الفقراء وطن طوس تھا، مرقد بھی یہیں ہے۔ آبا و اجداد زہد میں شہرت رکھتے تھے: کان ابوالنصر من اولاد الزہاد (تاریخ الصوفیہ للسلمی)

خود سرّاج علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے: کان المنظور الیہ فی ناحیتہ فی الفتوۃ و لسان القوم مع الاستظہار بعلم الشریعۃ و ہو نقیہ منا نحہم الیوم (ایضاً) "در فنون علم کامل بود" (تذکرۃ الاولیاء عطار)

ماہ رجب ۳۷۸ھ (اکتوبر یا نومبر ۹۸۸ء) میں حالت نماز میں وفات پائی۔ ایک روایت مشہور کے مطابق وفات سے قبل فرمایا کہ میری میت کو میرے مزار کے سامنے سے لے کر نکلیں گے اس کی مغفرت ہو جائے گی [illegible] صدیوں بعد تک تذکرہ نویسوں [illegible] طوس میں اب تک یہ دستور رہا کہ جنازہ کو پہلے ان کے مزار [illegible]

اُستادوں میں جعفر الخلدی (المتوفی [illegible]) [illegible]

لہ ماخذ: تذکرۃ الاولیاء عطار ۲ جلد (مطبوعہ لیڈن) ۲۔ نفحات الانس، جامی [illegible] الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ (لکھنؤ) ۴۔ مقدمہ نکلسن بر اللمع [illegible] ۵۔ کشف المحجوب، شیخ علی ہجویری [illegible]

Marfat.com

۳۶۰ھ) اور احمد بن محمد سایح سے ... گئے ہیں۔ بیعت کی روایت ابو محمد مرتعش نیشاپوری سے کی گئی ہے۔ ان کا سالِ وفات ۳۲۰ھ ہے۔ ان کا ذکر تو کتاب میں کوئی پانچ بار آیا ہے۔ لیکن ان کے مرشد ہونے کا کہیں اشارہ نہیں۔ ملاقات سری سقطی اور سہل تستری سے بیان کی گئی ہے۔ گو اول الذکر کا سال وفات ۲۵۳ھ اور آخر الذکر کا ۲۸۳ھ ہے۔ واللہ اعلم۔

تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ملا جامیؒ کے الفاظ ہیں "وے را تصانیف بسیار است" (نفحات الانس) لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی بظاہر موجود نہیں بلکہ ان کے نام تک بھی معلوم نہیں۔

تصوف و معرفت میں جو پایہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شیخ فرید الدین عطارؒ جو خود شیخ الکل کا حکم رکھتے ہیں، ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"آں عالم عارف، آں حاکم خائف آں ایمن زمرۂ کبرا۔ آں نگین حلقۂ فقرا آں زبدۂ امشاج، شیخ ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ امامے بر حق بود و یگانۂ مطلق و متعین و متمکن و او را طاؤس الفقرا گفتندے وصفت و نعت او نہ چنداں ست کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد و در فنون علم کامل بود و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت۔ ور حال و قال و شرح دادن بر کلمات مشایخ آیتے بود۔"

ایسے ہی الفاظ جامیؒ وغیرہ بھی لاتے ہیں۔

چند ارشادات و واقعات جو تذکروں میں محفوظ رہ گئے ہیں اُن سے بھی اہلِ ذوق ان کے مرتبۂ کمال کو کچھ نہ کچھ تو جان ہی سکتے ہیں۔

فرماتے تھے عشق اس آگ کا نام ہے جو عاشقوں کے دل اور سینہ میں جلتی رہتی ہے اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے اُسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

یہ بھی ارشاد تھا کہ بہ لحاظ ادب انسانوں کے تین طبقے ہیں: ایک طبقہ اہلِ دنیا کا کہ اس کے نزدیک ادب، فصاحت و بلاغت و حفظ علوم و فنون و اسماء و ملوک و

Marfat.com

اشعارِ عرب کا نام ہے۔ دوسرا طبقہ اہلِ دین کا ہے۔ اس کے نزدیک ادب سے مراد عبادت جوارح و حفاظتِ حدود و ترکِ شہوات و ریاضتِ نفس ہے۔ تیسرا طبقہ اہلِ خصوص کا ہے۔ اس کے ہاں ادب سے مفہوم، طہارتِ قلب، مراعاتِ سِر، وفائے عہد، نگہداریِ وقت، نیکو کرداری [illegible] حضور و مقامِ قرب ہے۔

ایک تیسرا ارشاد ہے اسے اصل فارسی ہی میں سنیے۔ الفاظ کی نزاکت شاید اردو ترجمہ کی متحمل نہ ہو سکے:

"نسبت بخدا است و از خدا و برائے خدا است، و آفاتے که در نماز افتد از نسبت افتد و اگرچہ بسیار بود آں را موازنہ نتواں کرد با نسبتے کہ خدا را بود و بخدائے بود:"

ایک بار ماہِ رمضان میں بغداد میں وارد ہوئے اور مسجد شونیزیہ کے ایک حجرہ میں معتکف ہوئے۔ درویشوں نے متفق ہو کر نماز میں اپنا امام بنایا۔ ماہِ مبارک کی تراویح میں پانچ بار قرآن مجید پڑھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حافظِ قرآن اور تراویح میں سنانے کے عادی تھے۔ روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی حجرہ میں پہنچا آتا تھا۔ عید کی نماز پڑھا کر بغداد سے روانہ ہو گئے۔ خادم نے حجرہ میں جا کر دیکھا تو پوری روٹیاں جوں کی توں رکھی ہوئی پائیں۔ خدا معلوم کیا کھا کر پورا رمضان گزارا۔

ایک مرتبہ سردی کے موسم میں شب کے وقت آتشدان کے قریب تشریف فرما تھے۔ چند اور اہلِ دل حضرات بھی تھے۔ گفتگو معرفتِ الٰہی پر ہو رہی تھی۔ دفعتہً شیخ پر ذوق کی کیفیت طاری ہوئی اور جوش میں آ کر جلتی ہوئی آگ میں سجدہ میں گر پڑے۔ مریدین خوفزدہ ہو کر باہر چلے گئے۔ دوسرے روز آئے تو دیکھا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے اور جلنے کا [illegible] خفیف داغ تک نہیں [illegible] ایسا کیا ماجرا ہے [illegible] تو کہا [illegible] جل گیا [illegible] چہرہ کو آگ نہیں جلا سکتی۔

[illegible] تذکرہ [illegible]

Marfat.com

کردی گئیں۔

شیخ نے معلوم ہوتا ہے سیاحی خوب کی تھی اور ممالک اسلامیہ کے دور دراز علاقوں کے سفر کر ڈالے تھے۔ کم از کم اتنے مقامات کے نام تو اسی کتاب میں مل جاتے ہیں: بصرہ، رملہ، مکہ، بغداد، رملہ، دمشق، انطاکیہ، قاہرہ، بیت المقدس، بسطام، تستر، تبریز، گویا حجاز، ایران، عراق، شام، مصر، طرابلس، ایشیائے کوچک کے سفروں میں تو شبہ ہی نہیں۔

۲۔ تصنیف

یہ علم تو نہیں کہ کتاب کس سنہ میں .... تصنیف ہوئی۔ البتہ مصنف کا سن وفات ۳۷۸ھ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے وسط کی پیداوار ہے اور اس لیے اس کا شمار بجا طور پر تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔

آج سے ۴۰ سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی۔ ۱۹۰۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی (انگلستان) کے استاد فارسی اور عاشق کتب تصوف ڈاکٹر نکلسن نے دو قلمی نسخے کھوج نکالے۔ ایک نسخہ ۵۴۸ھ کا لکھا ہوا اور دوسرا ۶۸۳ھ کا۔ پانچ سال کی دیدہ ریزی کے بعد دو نسخوں کا مقابلہ کرکے پروفیسر موصوف نے اصل کتاب کو نہایت اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۴ء میں شائع کر دیا اور متعدد مفید اضافے بھی کیے۔ مثلاً شروع میں مفصل فہرست مضامین، آخر میں مبسوط فہرست رجال و نساء، اماکن و قبائل و کتب وغیرہا اور بہ کثرت حواشی، اور انگریزی میں ملخص ترجمہ وغیرہ۔

ان معنوی خصوصیات کے ساتھ کاغذ، طباعت وغیرہ کے حسنِ ظاہری کے لوازم کو بھی ملحوظ رکھا اور کتاب لیڈن کے بریل (BRILLE) پریس سے چھاپ کر کے شائع کر دی۔ کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوف ہے۔ ملا جامی نے نام کا املا کتاب اللمعہ (با اضافہ ہائے ہوز) درج کیا ہے لیکن اصل کتاب کے نسخوں میں یہی املا ہے۔

کتاب کی ضخامت ۲۴۳ صفحے کی ہے، اور ایک مقدمہ اور ۱۳ حصوں میں تقسیم ہے۔

Marfat.com

مقدمہ رسالہ: اس قسم کے مباحث پر شامل ہے:

باب البیان عن علم التصوف،

باب فی لغت طبقات اصحاب الحدیث،

باب الکشف عن اسم الصوفیہ،

باب اثبات علم الباطن۔

باب التصوف ما ہو۔

باب التوحید وصفۃ الموحد،

ان ضروری تمہیدی اور تعارفی مسائل کے بعد کتاب بالکل صحیح منطقی ترتیب کے ساتھ حسب ذیل حصوں میں تقسیم ہوتی ہے:

(۱) کتاب الاحوال والمقامات (صفحات [illegible])

"حال" و "مقام" صوفیہ کے ہاں کی بڑی اہم اصطلاحیں ہیں، چنانچہ اس حصہ میں مقامات، احوال اور ان کے حقائق پر سے پردے اٹھا کر الگ الگ ایک باب میں بحث کی گئی ہے۔ مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبۃ، باب حال الشوق، باب حال المشاہدۃ وقس علیٰ ہذا۔

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ (صفحات [illegible])

مبادی کی تشریح کے بعد آثار طور پر قدرتاً کتاب اللہ سے شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں اس قسم کے ابواب ہیں:

باب الموافقۃ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین لخطاب اللہ تعالیٰ فی باب وصف اہل، باب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقتصدین والابرار من طریق الفہم والاستنباط وغیرہا۔

(۳) کتاب الاسوۃ والاقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صفحات [illegible])

کتاب اللہ کے مابعد سنت کا قدرتاً آنا ہے اور یہی ہوا، اس سے

Marfat.com

تحتانی عنوانات اس قسم کے ہیں۔

باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم والموافقۃ والاتباع لسنتہ، باب ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ، باب ما ذکر عن المشائخ فی اتباعہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتخصیصہم فی ذالک وغیرہا۔

(۴) کتاب المستنبطات (ص۱۰۵ تا ص۱۱۹)

قرآن وحدیث یا کتاب وسنت کے نصوص کے بعد ایک مومن کے لیے ترتیباً ب احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہیے جو انہی پر مبنی، متفرع یا انہی سے ماخوذ و مستنبط ہوں، چنانچہ عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر حضرت۔ اس کے ذیل میں اسی قسم کے مباحث مندرج ہیں۔

باب مذهب اهل الصفوة فی المستنبطات الصحيحة فی فهم القرآن والحديث ، باب فی كيفية الاختلاف فی مستنبطات اهل الحقائق فی معانی علومهم واحوالهم ، باب فی مستنبطاتهم فی معانی اخبار مرویة عن رسول الله صلعم من طريق الاستنباط والفهم وغيرها۔

(۵) کتاب الصحابۃ رضوان اللہ علیہم (ص۱۱۹ تا ص۱۴۰)

رسول کے بعد ایک مومن کے لیے مقدس ترین ہستیاں صحابہ کرامؓ کی ہیں اور قدیم صوفیہ کرام سنت نبوی کے بعد آثار صحابہ ہی کو اپنے لیے دلیلِ راہ جانتے تھے۔ اس لیے قدرۃً ایک مستقل حصہ اُن کی نذر ہے، اس کے ذیلی ابواب میں خلفاے اربعہؓ پر، اصحاب صفہؓ پر، عام اصحاب نبوی پر، سب پر الگ الگ گفتگو ہے اور حضرت صدیقؓ کا تذکرہ تخصیص وتفصیل دونوں کے ساتھ ہے۔

(۶) کتاب آداب المتصوفہ (ص۱۴۱ تا ص۲۱۰)

اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہیں:

باب ذکر آدابهم فی الوضوء والطهارة . باب ذکر آدابهم فی الزکوٰة والصدقات . باب فی ذکر الصوم وآدابهم . باب ذکر آدابهم فی الحج .

Marfat.com

باب ذکر آدابھم عند مجاراۃ العلم ، باب ذکر من آدابھم فی وقت الطعام ، باب فی ذکر آدابھم فی وقت السماع والوجود ، باب فی ذکر آدابھم فی اللباس ، باب فی ذکر آدابھم عند الموت ۔

یہ حصّہ کتاب کے طویل ترین حصّوں میں سے ہے اور اس میں صوفیہ کے تمام آداب زندگی سے موت تک ، ہر ہر شغل اور وقت کے درج ہیں ۔

۷) کتاب المسائل واختلاف اقاویلھم فی الاجوبۃ (ص ۲۱۱-۲۳۱)

اس حصّہ میں صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں جن کا حل کرنا فقہاء اور علماء ظاہر کے لیے دشوار ہے ۔ مثلاً جمع و تفرقہ ، فناء و بقاء ، مسئلہ صدق ، مسئلہ اخلاص ، مسئلہ رُوح ۔

اس حصّہ کو مختلف ابواب میں تقسیم نہیں کیا ہے ، بیان مسلسل ہے ۔

۸) کتاب المکاتبات والصدور والاشعار والدعوات والرسائل (ص ۲۳۲-۲۶۶)

اس حصّہ میں (جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے) حضرات صوفیہ کے مکتوبات ، رسائل ، اشعار ، دعوات وغیرہا کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ باب میں لکھا ہے ۔

۹) کتاب السماع (ص ۲۶۷-۲۹۹)

صوفیہ اور علماء ظاہر کے درمیان اور خود صوفیہ میں باہم ایک اہم اختلافی موضوع مسئلہ سماع ہے ۔ یہ حصّہ اسی مسئلہ کی توضیح و تشریح کے لیے وقف ہے ۔ اس کے ماتحت جو عنوانات یہ ہیں :

باب فی حسن الصوت والسماع وتفاوت المستمعین ، باب فی وصف سماع العامۃ واباحۃ ذلک ، باب فی وصف سماع الخاصۃ وتفاضلھم فی ذلک ، باب فی ذکر طبقات المستمعین ، باب فی وصف سماع المریدین المبتدئین ، باب فی وصف نفوس الخصوص واھل الکمال فی السماع ۔

۱۰) کتاب الوجد (ص ۳۰۰-۳۱۲)

Marfat.com

وجد و حال بھی تصوف کا ایک جزو شروع سے سمجھا گیا ہے۔ اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب کے ان عنوانات سے ہوگا:

باب فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجد المشائخ الصادقین، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک۔

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات (ص ۳۱۵-۳۳۲)

کراماتِ اولیاء کا صحیح مفہوم، ان کے اثبات کے دلائل، معجزات انبیاء سے اُن کا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، اور سب اس حصہ میں آ گئے۔ عنوانات ابواب کے یہ ہے:

باب فی معانی الآیات والکرامات، باب فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للاولیاء، باب فی ذکر مقامات اھل الخصوص فی الکرامات۔

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات (ص ۳۳۳-۳۷۴)

اس حصہ میں کل دو باب ہیں۔ پہلے باب میں ان الفاظ کو جمع کر دیا ہے جو صوفیہ کی زبان میں مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں۔ مثلاً حال، مقام، مکان، وقت، مشاہدہ، سر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید وغیرہا اور دوسرے باب میں ان اصطلاحات کی تشریح کی ہے۔

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع و باطنہا صحیح مستقیم (ص ۳۷۵-۴۴۴)

یہ کتاب کا آخری حصہ ہے جو حصہ ہفتم کی طرح پوری طرح تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اس میں شطحیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہے۔ نیز ان غلط فہمیوں کی اصلاح جن میں اکثر علماء ظاہر و صوفیۂ ناقص مبتلا رہتے ہیں۔ چند ابواب کے عنوانات یہ ہیں:

باب فی معنی الشطح، باب تفسیر العلوم و بیان ما یشکل علی فہم العلماء من علوم الخاصۃ و تصحیح ذلک بالحجۃ، باب فی کلمات شطحیات

Marfat.com

یحکی عن ابی یزید ۔ باب فی ذکر ابی الحسن النوری ۔ باب فی ذکر من غلط فی الاحوال ، باب فی ذکر من غلط فی فنا ۔ البشریۃ ۔ باب فی ذکر من غلط فی الانوار ۔ باب فی ذکر من غلط فی الروح وغیرہا۔

عنوانات ہی پر ایک سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلو نکل سکتے ہیں مصنف نے ان میں سے کسی کو بھی نظرانداز نہیں ہونے دیا ہے ہر ضروری شعبہ کو لیا ہے اور اس پر تفصیل و تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ زبان و انداز بیان میں بھی خاص سلاست و سادگی ہے۔ یہاں تک کہ جو راقم سطور کی طرح عربی زبان میں مبتدی ہیں وہ بھی مطالب کتاب سے مستفید ہو سکتے ہیں ۔

اب ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے اقتباسات دیے جاتے ہیں جن سے مرتبہ تصنیف اور نوعیت مسائل دونوں کا پورا اندازہ ہو سکے گا۔

پہلا سوال ایک غیر [illegible] فی کے دل میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف آخر ہے کیا شے؟ اور اسلام نے آیا تصوف اور صوفیہ کا کوئی مرتبہ تسلیم کیا ہے؟ حضرت مصنف اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ۔ آیت ۱۸) پیش فرما کر لکھتے ہیں۔

ذکر اللہ تعالی افضل المومنین	اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین سے بہتر
عندہ درجۃ واعلاھم فی الدین	و برتر مرتبہ ان کا رکھا ہے جو اولی العلم
مرتبۃ فذکرھم بعد ملئکتہ	اور قائمین بالقسط ہیں اور ملائکہ کے بعد
وشہد علی شہادتہم لہ بالوحدانیۃ	انہی کی شہادت پیش کی ہے چنانچہ
بعد ما بدأ بنفسہ وثنی ملئکتہ	فرمایا شہد اللہ [illegible]
فقال عز وجل شہد اللہ انہ	صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علماء [illegible]
لا الہ الا ھو والملئکۃ و	جانشین انبیاء [illegible]
اولوا العلم قائما بالقسط	القاب سے [illegible] ان [illegible]
وروی عن النبی صلعم	کے حق میں وارد ہوئے ہیں [illegible]

Marfat.com

انہ قال العلماء ورثۃ الانبیاء وعندی و اللہ اعلم ان اولی العلم القائمین بالقسط الذین ھم ورثۃ الانبیاء ھم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجتہدون فی متابعۃ رسول اللہ صلعم المقتدون بالصحابۃ و التابعین السالکون سبیل اولیاءہ المتقین و عبادہ الصالحین ھم ثلثۃ اصناف اصحاب الحدیث و الفقہاء والصوفیۃ فہؤلاء الثلثۃ الاصناف من اولو العلم القائمین بالقسط الذین ھم ورثۃ الانبیاء (ص۵)

کا رشتہ مضبوط تھامنے والے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے پورے کوشاں اور صحابہ اور تابعین کے نقش قدم پر چلنے والے اور اللہ کے اولیاء متقین وصالحین کی راہ اختیار کرنے والے ہیں اور ایسے اشخاص کو طبقات سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ ارباب حدیث کا ہے، دوسرا فقہاء کا اور تیسرا صوفیہ کا۔ بس یہی طبقات سہ گانہ اولوالعلم اور قائم بالقسط کے جانے کے مستحق ہیں جو انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں۔

بہت سے امور تو صوفیہ اور محدثین وفقہاء کے درمیان مشترک ہی ہوتے ہیں، جو عقائد ان کے ہوتے ہیں وہی ان کے بھی کتاب اللہ اور سنت نبوی کی پیروی یہ اور وہ دونوں اپنے لیے واجب سمجھتے ہیں۔ علوم وفنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہیں یہ بھی کام لیتے ہیں۔ وقس علی ہذا۔

ثم انھم من بعد ذلک ارتقوا الی درجات عالیہ و تعلقوا باحوال شریفۃ و منازل رفیعۃ من انواع

لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیہ انواع عبادات، حقایق طاعات اور اخلاق جمیلہ سے جن درجات عالیہ اور منازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں

Marfat.com

العبادات وحقائق الطاعات	وہاں تک علماء ظاہری اور فقہاء اور
والاخلاق الجميلة ولهم	اصحاب حدیث کی رسائی بھی
فى معانى ذلك تخصيص ليس	نہیں ہو سکتی۔
بغيرهم من العلماء والفقهاء	
واصحاب الحديث۔ (ص۱۱)	

صوفیہ کے امتیازی خصوصیات جن میں دوسرے طبقات ان کے ساتھ شریک نہیں ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی توحید بالکل خالص ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے وہ کسی صورت بھی دل نہیں لگاتے ان کی لو صرف اللہ سے لگی رہتی ہے۔

اول شئ من الخصيصات للصوفية	صوفیہ کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ وہ
... ترك ما لا يعنيهم وقطع	اللہ ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کا مطلوب
كل علاقة تحول بينهم	ومقصود تمامتر اللہ ہی ہوتا ہے۔ ماسوا
وبين مطلوبهم مقصودهم	اور لایعنی شغلوں سے انھیں کوئی
اذ ليس لهم مطلوب ولا	واسطہ نہیں۔
مقصود غير الله تعالى۔ (ص۱۱)	

اس کا لازمی اثر ان کی عملی زندگی پر یہ پڑتا ہے کہ:

فمن ذلك القناعة بقليل الدنيا	قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں
عن كثيرها والاكتفاء بالقوت الذى	قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں۔ [illegible]
لا بد منه والاختصار على ما لا	لباس اور [illegible] سامان [illegible]
بد منه من متعة الدنيا من	[illegible]
الملبوس والمفروش والمأكول	[illegible]
وغير ذلك واختيار الفقر	[illegible]
على الغنى اختيارا ومعانقة	[illegible]
القلة ومجانبة الكثرة والايثار	[illegible]

Marfat.com

الجوع على الشبع والقليل على الكثير — وہ پسند کرتے ہیں۔
والترك العلو والرفع وبذل الجاه
والشفقة على الخلق والتواضع
للصغير والكبير۔ (ص۱۱)

اس کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے؟ اور یہ ہوتا ہے کہ:

حسن الظن بالله والاخلاص
في المسابقة الى الطاعات
والمسارعة الى جميع الخيرات
والتوجه الى الله تعالى
الانقطاع اليه والعكوف على
بلائه والرضا عن قضائه و
الصبر على دوام المجاهدة
ومخالفة الهوى ومجانبة
حظوظ النفس والمخالفة
لها اذ وصفها الله تعالى امارة
بالسوء والنظر اليها بانها اعدى
عدوك التي بين جنبيك كما
روى عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم۔ (ص۱۱-۱۲)

اللہ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔
تمام علائق و اسباب سے قطع نظر
کرکے صرف اس پر تکیہ رکھتے
ہیں، نیکیوں اور طاعتوں کی جانب
خلوصِ نیت کے ساتھ پیشقدمی
و تیز روی کرتے رہتے ہیں۔
بلاء الٰہی پر صابر اور قضاء
الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ مجاہدہ
اور مخالفت خواہش نفس میں مشغول
رہتے ہیں اور اسکو یاد رکھتے ہیں کہ
کلام پاک میں نفس کو امارہ بالسوء سے
تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی میں
ارشاد ہوا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن
وہ ہے جو اُس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

غرض ان کے تمام اوصاف و اخلاق سنت نبویؐ و آثار صحابہؓ کی مطابقت میں ہوتے ہیں اور گویا سب سے بڑا صوفی وہ ہے جو سب سے زیادہ اہل القرآن اور متبع سنت ہے۔

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن اور احادیث نبویؐ کے سارے و

Marfat.com

میں نہ کہیں تصوف کا ذکر آیا ہے نہ کہیں گروہ صوفیہ کا۔ اس لیے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت مصنف جو تصوف کے قائل ہیں اس کے تذکرے تو قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایسے الفاظ و عبارات بکثرت آئے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہی ہیں۔ مثلاً صادقین و صادقات، قانتین و قانتات، خاشعین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، راجین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، مصطفین، ابرار، مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین فی الخیرات، مشاہدین (مثلاً اس آیت میں او القی السمع وھو شہید) اور مطمئنین (مثلاً اس آیت میں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب)

اسی طرح متعدد حدیثوں میں اس طبقہ کی جانب اشارے صراحت کی حد تک ملتے ہیں۔ مثلاً:

ان من امتی مکلمون و محدثون و ان عمر منہم۔	میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو صاحب الہام ہوں گے اور فرشتوں سے ہم کلامی سے سرفراز کیے جائیں گے اور عمر بھی انہی میں سے ہیں۔
یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعۃ و مضر یقال لہ اویس قرنی۔	میری امت میں ایک شخص ایسا بھی ہو گا جس کی شفاعت سے لوگ جنت میں قبیلہ ربیعہ و مضر کی تعداد جتنی کثرت سے داخل کیے جائیں گے اس کا نام اویس قرنی ہو گا۔

منکرین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد رسالت میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے نہیں یاد کیا جاتا تھا۔ یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہے۔ اس لیے اسے کوئی مذہبی وقعت نہیں دی جا سکتی۔

Marfat.com

مصنف نے اس کا معقول اور دلچسپ جواب یہ دیا ہے کہ:

فنقول و بالله التوفيق الصحبة
مع رسول الله صلعم لها حرمة
و تخصيص من شمله ذالك فلا
يجوز ان تعلق عليه
اسم على انه اشرف من الصحبة و
ذلك لشرف رسول الله صلعم و
حرمته الا ترى انهم ائمة الزهاد
والعباد والمتوكلين والفقراء والراضين
والصابرين والمخبتين وغير ذلك
وما قالوا جميع ما نالوا الا ببركة الصحبة
مع رسول الله صلعم فلما نسبوا
الى الصحبة التى هى اجل الاحوال
ان يفضلوا بفضيلة غير الصحبة التى
هى اجل الاحوال (ص ۲۲)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل
ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ ان کے
جتنے بھی فضائل تھے سب سے اشرف و اعظم
ان کی فضیلت صحابیت تھی کہ صحبت
رسول تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے
بڑھ کر ہے۔ ان کا زہد، فقر، توکل،
عبادات، صبر و رضا غرض جو کچھ بھی ان
کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا
شرف صحابیت غالب تھا۔ پس جب
ان کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو
اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی
محل ہی باقی نہیں رہا کہ اسے صوفی یا
کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔

رہا یہ اعتراض کہ یہ اصطلاح بغدادیوں کی رائج کی ہوئی متاخرین کی اختراع ہے، تو مصنف محقق کی تحقیق میں یہ قول بالکل غلط ہے، اس لیے کہ:

لان فى وقت الحسن البصرى
رحمة الله عليه كان يعرف
هذا الاسم وكان الحسن
قد ادرك جماعة من اصحاب
رسول الله صلعم۔

یہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانہ میں رائج
تھا اور ان کا زمانہ بعض صحابیوں سے
معاصرت کا تھا۔ چنانچہ ان کے اور
سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ
صوفی استعمال ہوا ہے۔

بلکہ کتاب اخبار مکہ میں جو روایت محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ سے ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے

129600

Marfat.com

کہ یہ لفظ عہد اسلام سے پیشتر ہی معروف تھا اور عابد و برگزیدہ اشخاص کے لیے مستعمل تھا(۲)

آج جو مشائخ طریقت قیودِ شریعت سے آزاد رہنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، انھیں یہ سن کر مایوسی ہوگی اور شاید حیرت بھی، کہ قدما صوفیہ کے نزدیک طریقت و شریعت میں تخالف مطلق نہ تھا، بلکہ شریعت ہی کی تکمیل و اتمام کا نام طریقت تھا۔ حضرت مولف فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری و باطنی۔ جب تک اس کا تعلق زبان و اعضا سے ہے اسے علم ظاہری سے تعبیر کریں گے اور اس کا نام علم شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض، قصاص وغیرہ۔ جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے، تو اسی کو علم باطن یا طریقت سے موسوم کر دیتے ہیں۔ اور یہاں عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحیں آتی ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق وغیرہ اور اس تفریق و دوگانگی کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً۔ (لقمان آیت ۲۰) — اس نے اپنی نعمتیں تم پر ساری پوری کیں، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔

دنیا میں ہر موجود کا ایک پہلو ظاہری ہے اور ایک باطنی۔ چنانچہ قرآن کا بھی ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ حدیث کا بھی ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ کتاب اللہ و سنت رسول کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے۔ طریقت کتاب اللہ اور سنت رسول سے الگ کوئی شے نہیں، بلکہ انھی کے مغز و باطن کا نام ہے۔ (ص ۲۶۔۲)

لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ کیا ہے، اس کے جواب میں مولف علام نے متعدد اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صوفی دراصل صفوی تھا، [illegible] کثرت استعمال سے زبانوں پر صوفی رہ گیا۔

ابوالحسن نوری کا خیال تھا کہ صوفی صفا سے مشتق ہے اور اس کا اطلاق اہل صفا پر ہوتا ہے۔ ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے کہ جو لوگ کدورت انسانیت سے پاک و صاف ہو گئے وہ صوفی کہلاتے ہیں۔ ایک اور بزرگ کی رائے ہیں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی

Marfat.com

تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہونا تھا، اس لیے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ اصحابِ صفّہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے، وقس علی ھذا۔

حضرت جنیدؒ فرماتے تھے کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث نبوی کا نچوڑ ہے، قرآن میں اتباع سنّت نبوی کا حکم صاف الفاظ میں آیا ہے، و ان تطیعوا تھتدوا (نور، آیت ۵۴)
ابوعثمان سعید الحیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنّت نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنا لے، اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی۔ حضرت بایزید بسطامی نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ گرسنگی اور شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہیں کہ معاً انھیں یہ خیال آ گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے ایسی دعا نہیں کی تو میں کیونکر کر سکتا ہوں، یہ خیال کرکے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رہنمائے رسالت کا صلہ انھیں یہ ملا کہ عورت کی خواہش ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ ذوالنون مصریؒ کا قول تھا کہ اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعہ سے پہچانا، باقی اور سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے۔ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے تھے کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ و سنّت رسول نہ دیں وہ باطل ہے اور اسی کے قریب قریب قول ابوعثمان دارانی کا ہے۔ حضرت شبلیؒ مرض الموت میں مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا، گویائی کی قوت جواب دے چکی تھی، ایک خادم وضو کرا رہا تھا۔ داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر داڑھی میں خلال کرائی کہ سنّت رسول کا کوئی جزو فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ صوفیہ متقدمین کے یہ سارے اقوال و اعمال ایک مستقل باب میں جمع ہیں (ص ۱۰۱-۱۰۳)۔

مسائل تصوف، مسائل فقہ کی طرح تمامتر کتاب اللہ و سنّت رسولؐ ہی سے مستنبط و ماخوذ ہوتے ہیں۔ اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو مصنف علام نے بیان کی ہے اور اس قابل ہے کہ اسے بجنسہٖ نقل کر دیا جائے، ترجمہ صرف خلاصۃً درج کیا جائے گا:

المستنبطات ما استنبط اھل الفھم من المحققین بالموافقۃ لکتاب اللہ عزوجل — استنباط کا حق ان محققین و ارباب فہم کو پہنچتا ہے جو ظاہر و باطن

Marfat.com

ظاهراً و باطناً و المطابقة الرسول الله
صلعم ظاهراً و باطناً و العمل بها بظواهرهم
و بواطنهم فلما اعملوا بما علموا من ذلك
ورثهم الله تعالى علم ما لم يعلموا وهو
علم الاشارة وعلم مواريث الاعمال
التي يكشف الله تعالى القلوب اصفيائه
من المعاني المذخورة واللطائف والاسرار
المخزونة وغرائب العلوم وطرائف الحكم
في معاني القران و معاني اخبار رسول الله
صلعم من حيث احوالهم و اوقاتهم و
صفاء اذكارهم قال الله تعالى " افلا
يتدبرون القران ام على قلوب اقفالها "
وقال النبي صلعم من عمل بما علم
ورثه الله تعالى اعلم ما لم يعلم وهو
العلم الذي ليس لغيرهم ذلك من اهل
العلم و اقفال القلوب ما يقع على القلوب
من الصداء الكثرة الذنوب و اتباع
الهوى و محبة الدنيا وطول الغفلة
وشدة الحرص وحب الراحة و
حب الثناء والحمدة وغير
ذلك من الغفلات و الزلات والمخالفة
والخيانات واذا كشف الله تعالى ذلك
عن القلب بصدق التوبة و الندم

ہر طرح کتاب اللہ و سنت رسول
کے متبع ہوتے ہیں ، یہ لوگ
جب عرصہ تک اپنے علم و معلومات
کے مطابق عمل کرتے رہتے
ہیں ، تو اللہ انہیں وہ علم بھی
دے دیتا ہے جو پیشتر انہیں
نہ تھا ، اور یہ علم انہی کے ساتھ
مخصوص رہتا ہے ، وہ ان کے
نفوس میں تزکیہ اور قلوب میں
جلا پیدا کرتا ہے ، اور کثرت
معاصی و شہوات ، حب جاہ ،
حرص ، طمع ، خود پسندی وغیرہ
سے جو زنگ ان کے قلب پر
جما ہوتا ہے ، وہ زائل ہو جاتا ہے
اس وقت ان پر اسرار غیب
منکشف ہو جاتے ہیں ، اور
ان کی زبانیں حقائق ما بعد کی
ترجمانی کرنے لگتی ہیں ۔

Marfat.com

على الحوبة فقد فتح الاقفال عن القلوب
واتته الزوايد والفوايد من الغيوب
فيعبر عن زوائده وفوائده بترجمانه
وهو اللسان الذى ينطق بغرائب الحكم
وغرائب العلم فاذا شرحوا هـٰذه
النقط المريدون والقاصدون و
الطالبون من تلك الجواهر بآذان
واعية وقلوب حاضرة نعاشوا وانتفعوا
بذلك وانعشوا الخ (ص ۱۰۵-۱۰۶)

اس کے بعد مصنف علام قرآن مجید کی اس آیت واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم سے یہ لطیف استدلال کرتے ہیں کہ اولی الامر یا اہل تم وہ ہیں جو حقائق دین کے جاننے والے ہیں، اور ان کے طبقہ میں بھی جنھیں امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ اہل استنباط ہیں۔

اسوۂ رسول کے بعد حضرات صوفیہ کے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان اسوۂ صحابہؓ ہے۔ اللمع کی کتاب الصحابہ ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہے۔ صحابہؓ کی عام مدح و تکریم کے بعد اس باب کی پہلی فصل کا آغاز حضرت صدیقؓ کی ذات سے ہوتا ہے جو اعظم الخوف واعظم الرجا تھے۔ یعنی اللہ سے ڈرتے بھی بیحد تھے۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی بے حد رہتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ:

لو نادى منادٍ من السماء انه	اگر آسمان سے یہ ندا آئے کہ جنت میں
لن يلج الجنة الا رجل واحد	بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا
لرجوت ان اكون انا هو ولو	تو مجھے تو یہ امید پڑ جائے گی کہ وہ میں
نادى منادٍ من السماء انه	ہی ہوں گا اور اگر آسمان سے یہ ندا

Marfat.com

لا یدخل النار الا رجل واحد — آئے کہ بجز ایک کے کوئی دوزخ میں
لخفت ان اکون انا ھو (۱۲) — نہ ڈالا جائے گا تو میں اپنے ہی لیے
ڈروں گا۔

ابوالعباس بن عطاؒ سے جب آیہ کریمہ کونوا ربانیین کے معنی دریافت کیے گئے تو انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کے مانند ہو جاؤ۔ حضرت صدیقؓ ہی وہ شخص تھے جنھوں نے سارا مال واسباب لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر کر دیا اور جب آپ نے دریافت فرمایا کہ اہل وعیال کے لیے کچھ چھوڑا؟ تو برجستہ جواب دیا کہ اللہ اور رسول کو۔ شراح کہتے ہیں کہ یہ فقرہ توحید کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد تھا جو انسانی زبان سے ادا ہوا۔

حضرت صدیقؓ کی سب سے بڑی خصوصیات اظہار و فراست تھیں۔ اسی طرح حضرت فاروقؓ کی نمایاں خصوصیات ترک شہوات، اجتناب شبہات اور تمسک بالحق تھیں۔ حضرت عثمانؓ کی اہم خصوصیات تمکین، ثبات و استقامت تھیں۔ حضرت علیؓ اکثر سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ ہیں۔ آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے۔ یہ وہی علم لدنی ہے جو حضرت خضرؑ کو عطا ہوا تھا۔ وعلمنٰہ من لدنا علما اور اسی کی بنا پر آپ نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر سے کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ میری رفاقت نہ کر سکیں گے۔ انک لن تستطیع معی صبرا۔ اور یہیں سے بعض لوگوں نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہے۔ حضرت علیؓ مراتب [illegible] معرفت، ایمان، علم میں کامل ترین تھے۔ اور ان چاروں اصحاب رسولؐ کے آثار [illegible] کے لیے دلیل راہ ہیں۔

خلفائے اربعہ کے بعد ذکر قدرۃً اصحاب صفہ کا آتا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک باب تزکیہ کی ایمان اور طریقت کے لیے درس ہدایت ہے۔ یہ مقدس گروہ معاش دنیوی کی راہ سے بیگانہ، بس شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار رہتا تھا۔ ان کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا نہ اوڑھنے پہننے کا۔ اور ان کی زندگی فقر و فاقہ سے ساتھ عبارت تھی [illegible]

Marfat.com

اور عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی، اس جماعت کی مدح خود متعدد آیات قرآنی میں آئی ہے مثلاً

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (البقرہ۔ آیت ۲۷۳)

و لا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام۔ آیت ۵۲)

اس حصہ کی آخری فصل میں عام صحابہؓ کی زندگی پر صوفیانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے اور ان کے اقوال و آثار کو صوفیہ کے لیے شمع ہدایت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

اصحاب ذیل کے اسمائے مبارک اس حیثیت سے خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

طلحہ بن عبیداللہؓ، معاذؓ بن جبل، عمرانؓ بن حصین، سلمانؓ فارسی، ابو الدرداءؓ، ابوذر غفاریؓ، ابوعبیدہؓ بن الجراح، عبداللہؓ بن مسعود، براءؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عباس، کعبؓ احبار، حارثہؓ، ابوہریرہؓ، انسؓ بن مالک، عبداللہ بن عمرؓ، حذیفہؓ بن الیمان، عبداللہؓ بن جحش، اسامہؓ، بلالؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حاتمؓ بن حزام، عبداللہؓ بن رواحہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سراج اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کرنے کے بعد زور، ضرورت مرشد پر دیتے ہیں، اور اس ضمن میں گہرے گہرے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

مبتدیوں کے ایک گروہ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ حصول مقصد کے لیے بہترین ذریعہ مخالفت نفس کا ہے، چنانچہ اپنی تجویز سے طرح طرح کے مجاہدے اپنے لیے اختیار کر لیتے ہیں، کبھی غذا بہت گھٹا دیتے ہیں، لذیذ غذائیں بالکل ترک کر دیتے ہیں کبھی پانی پینا چھوڑ دیتے ہیں، کبھی آبادی سے نکل جنگل میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ وقس علی ہذا۔ حضرت سراجؒ فرماتے ہیں کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے احکام نہ دے، انھیں اپنی رائے سے اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید رہے گا بلکہ اندیشہ مضرت کا ہے، مثلاً ترک غذا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکے گا۔ نفس امارہ کو زیر کر لینا اتنا آسان نہیں کہ بغیر استاد کامل کی توجہ کے، انسان تن تنہا یہ ہفتخوان طے کرلے جائے، خود رائی اس راہ میں خطرہ و ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے (ص ۴۱۷-۴۱۸) سارے اعمال و مجاہدات کے لیے مخصوص آداب و شرائط ہیں۔ بغیر

Marfat.com

اُن کے قدم اُٹھانا سخت نادانی ہے۔

متوسطین و متاخرین صوفیہ کے گروہ میں سماع کی بحث ایک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ طریقت کے اس استاذ قدیم نے بھی اس پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے اس سلسلہ میں اُنھوں نے سب سے پہلے حسن صوت کو لیا ہے، اور اس کی مدح و توصیف میں متعدد احادیث نبوی نقل کی ہیں، مثلاً: زینوا القرآن باصواتکم یا ما بعث اللہ نبیا الاحسن الصوت یا لقد اعطی ابو موسیٰ مزماراً من مزامیر آل داود لما اعطی من حسن الصوت۔

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی، سماع شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور متقدمین میں جو حضرات جواز سماع کے قائل گزرے ہیں، ان کے اقوال نقل کیے ہیں، آگے چل کر ایک باب اباحت سماع ناصرہ کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اُس میں عبد کے ان بیت عائشہؓ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے گانا سننے کا حوالہ دیا ہے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ اور دُوسرے صحابیوں کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہے، اور مالکؒ بن انس، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن جعفر اور امام شافعیؒ سے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کا جو جواز منقول ہے ان سب کی سند جواز سے فائدہ اٹھایا ہے۔

سماع ناصرہ کے ضمن میں سامعین کے تین طبقے کیے ہیں، مبتدئین و مریدین، متوسطین و منتہیین، عارفین و اہل استقامت اور زمان، مکان و اخوان کی قید یاد دلائی ہے۔ پھر یہ کہ مختلف ابواب میں مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤں کو لیا ہے اور ہر باب میں مسئلہ پر تفصیلی نظر کی ہے اور جواز کے جو آداب شرائط و قیود ہیں ان سے کسی حال میں انحراف نہیں کرتا ہے۔ آخری باب میں اس گروہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے جو مطلقاً سماع کا منکر یا اس کی کراہت کا قائل ہے۔

Marfat.com

باب ۲

کشف المحجوب

(شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ)

۱۔ مصنفؒ[1]

پورا اسم گرامی علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللاہوری ہے۔ ہندوستان میں شہرت عام عرف داتا گنج بخش سے ہے۔

وطن غزنی (افغانستان) تھا۔ ہجویر و جلاب دو قریے مضافات غزنی میں ہیں۔ قیام دونوں میں رہا۔ آخر عمر میں ہندوستان آکر لاہور میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ یہیں انتقال کیا، یہیں مدفون ہوئے۔ اس ساری نقل و حرکت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ "غزنوی جلابی ہجویری لاہوری" کا ضمیمہ لگا ہوا ہے۔

سید حسنی تھے، شجرۂ نسب تذکروں میں یوں دیا ہے۔ علی بن سید عثمان بن سید علی بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن سیدنا حضرت حسنؓ بن سیدنا حضرت علی مرتضےٰؓ۔

بیعت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی سے تھی اور وہ شیخ ابوالحسن حصری کے مرید تھے۔ شجرۂ طریقت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے بزرگوں سے استفادہ

---

[1] (۱) نفحات الانس (جامی) (۲) سفینۃ الاولیاء (داراشکوہ) (۳) خزینۃ الاصفیاء ۲ جلد (غلام سرور لاہوری، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ) (۴) مآثر الکرام (غلام علی آزاد بلگرامی، مطبوعہ حیدرآباد) (۵) فوائد الفواد (از میر حسن علاء سجزی، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

Marfat.com

کیا تھا۔ جا بجا ان کا ذکر اپنے قلم سے کرتے گئے ہیں اور اپنے اُن کے تعلقات پر روشنی بھی ڈالتے گئے ہیں۔ مثلاً شیخ ابوالعباس احمد اشقانی کے ذکر میں ہے بد

مرا بادے اُنسے عظیم بود و وے را	مجھے ان سے بڑی محبت تھی اور وہ بھی
برمن شفقت صادق اندر بعضے علم	میرے اوپر دل سے شفقت رکھتے تھے اور
استاد من بود (کشف المحجوب صلا۱۲)	بعض علوم میں میرے استاد تھے۔

ایک جگہ خواجہ ابو احمد مظفرؒ سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے اور ایک صوفیانہ مسئلہ کا بھی انکشاف کرتے گئے ہیں:۔

روزے من اندر گرمائے گرم بنزدیک	میں ایک دن ان کے پاس سخت گرمی
دے اندر آمدم با جامۂ راہ در تن ژولیدہ	کے موسم میں آیا مسافرانہ کپڑے پہنے ہوئے
موے، مرا گفت یا ابا الحسن ارادت	اور الجھے ہوئے بالوں کیساتھ مجھ سے پوچھا
حالی مرا بگوی تا چیست. گفتم مرا سماع	اس وقت کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا سماع
می باید. اندر حال کس فرستاد تا قوالے	سنوائیے۔ انہوں نے فوراً کسی کو بھیج کر
بیاورد ند و جماعتے را از اہل عشرت	ایک قوال اور چند گویوں کو بلا لیا۔
و آتش کودکی و قوت ارادت و حرکت	کم عمری کے جوش و شوق میں میں سماع سے
ابتدا مرا اندر سماع کلمات مضطرب کرد	بہت ہی متاثر ہوا کچھ دیر بعد جب
چون زمانے برآمد و سلطان و غلیان	میرا جوش و خروش ختم ہوا تو دریافت کیا
آں آفت اندر من کمتر شد مرا گفت	سماع تمہارا کیسا رہا۔ میں نے جواب
چگونہ بود اثر این سماع. گفتم	دیا اے شیخ مجھے بہت لطف آیا
ایہا الشیخ سخت خوش بودم. گفت بے	اچھا تھا۔ فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا
بباید کہ این و بانگ کلاغ بہ دو در	کہ سماع اور کوے کی آواز تمہارے لئے
ترا یکساں شود قوت سماع تا آنگاہ	یکساں ہو جائے گی۔ سماع کی طاقت
بود کہ مشاہدہ نباشد چوں مشاہدہ	اس وقت تک ہے جب تک مشاہدہ
حاصل آید ولایت سماع ناچیز شود	پیدا نہیں ہوتا جب مشاہدہ حاصل

Marfat.com

نگرتا ایں را عادت نہ کنی تا طبیعت	ہو جائیگا شوق سماع جاتا رہیگا لحاظ رکھو کہ
نہ شود۔ (صفحہ ۱۲۳)	کہیں یہ عادت پڑ کر جزو طبیعت نہ بن جائے۔

اسی طرح بعض دوسرے مشاہیر معاصرین سلطان ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم قشیری، شیخ ابوالقاسم گرگانی وغیرہم سے ملاقاتوں کے دلچسپ تذکرے لکھے ہیں۔

اپنے شیخ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

زیں اوتاد شیخ عباد ابوالفضل محمد	ابوالفضل محمد بن حسن ختلی بزرگوں اور
ابن الحسن الختلی۔ اقتداے من اندر	عابدوں کے سرتاج تھے میں طریقت میں
طریقت بدوست۔ عالم بود بہ علم تفسیر و	انہی کا مرید ہوں۔ علم تفسیر و روایات
روایات۔ و اندر تصوف مذہب جنید	کے عالم تھے۔ اور تصوف میں جنید کے
داشت و مرید حصری بود و صاحب	ہم مذہب حصری کے مرید تھے۔ اور
یزدانی و اقران ابوعمر قزوینی و	یزدانی کے دوست اور ابوعمر قزوینی
ابوالحسن بن سالبہ بود و شصت سال	اور ابوالحسن بن سالبہ کے معاصر تھے۔
بحکم عزلتے صادق بگوشہا اندر	ساٹھ سال تک اپنے شہر کو شہرت
میگریخت و نام خود از میان خلق گم	خلق سے دور گوشہ نشینی اور گمنامی میں
کردہ بود و بیشتر بجبل لگام بودے۔	رکھا۔ قیام زیادہ تر کوہ لگام پر رہا۔ عمر اچھی
عمر نکو یافت و ے را آیات و براہین بسیار	پائی (ولایت کے) بہت سے ثبوت و
بود اما لباس و رسوم متصوفہ نداشتی	شواہد رکھتے تھے۔ لیکن لباس اور آثار
و با اہل رسم شدید بودے و من	ظاہری صوفیہ کے سے نہ رکھے۔ جو لوگ رسوم
از وے ہرگز مہیب تر مردے نہ	صوفیہ کے پابند تھے۔ ان سے اور درشتی برتتے
دیدہ بودم (صفحہ ۱۲۰)	میں نے ان سے زیادہ پُر رعب کسی کو نہیں دیکھا۔

حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام امام اماماں و مقتدائے سنیاں شرف فقہا و عز علماء کی حیثیت سے لیا ہے۔ اور ان کے کمالات کا بیان تفصیل سے کیا ہے۔ (صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۹) اس ضمن میں اپنا ایک دلچسپ خواب بھی

Marfat.com

تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں ملک شام میں تھا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضؓ موذن رسولؐ کے مزار کے سرہانے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں حاضر ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ اور جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود میں لئے ہوتا ہے آپ ایک مسن شخص کو گود میں لئے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا حضور میں پہنچا۔ پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ مسن شخص کون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ خطرۂ قلب پر اطلاع ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے یعنی ابو حنیفہؒ۔ اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بڑی امیدیں وابستہ ہو گئیں۔ اور مجھے اس خواب سے یہ بھی منکشف ہو گیا کہ امام ابو حنیفہؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں اور بعض احکام شرع کے لئے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اگر میں انہیں خود چلتے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفات ہیں اور باقی الصفات کے لئے خطا و صواب دونوں کا امکان ہے۔ لیکن چونکہ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے۔ اور اب جو ان کا وجود قائم ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے قائم ہے۔ اور چونکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں۔ اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا ہے۔ وہ بھی امکان خطا سے پاک ہے۔" ([illegible] ۶۶-۶۹)

سفر و سیاحت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ شام سے لے کر ترکستان تک [illegible] سے لے کر بحر قزوین تک یعنی اپنے زمانہ کی تقریباً سارے اسلامی ممالک [illegible] آذربیجان، بسطام، دمشق، رملہ، بیت المقدس، طوس [illegible] سفرناموں کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایک مرتبہ [illegible] ان کا قیام [illegible] ہو جاتا ہے کہ معاش [illegible] اور اس کے ساتھ [illegible] یاد آتی [illegible] آتی تھی اور یہ [illegible] جاتے تھے [illegible] شخص کی [illegible] ایک درویش کی بدولت [illegible] پریشان حال [illegible] فرماتے ہیں:

Marfat.com

وقتے من اندر دیار عراق اندر طلب
دنیا و فنا کردن آن تا باکی می کردم و دام
بسیار برآمده بود و حشو یہ ہر کسے را
کہ بایستے بودے روے بمن آوردہ
بودند و من در رنج حصول ہواے
شاں ماندہ بودم ۔ سیدے از سادات
وقت بمن نوشت کہ اے پسر نگرتا
دل خود را از خدا مشغول نہ کنی بہ فراغت
وے کہ مشغول ہواست پس اگر دلے
یابی عزیز تر از دل خود روا باشد
کہ بفراغت آں دل دل خود را مشغول
گردانی والا کہ دست از آں کار بدار
کہ بندگان خدا را خدا پسندہ باشد د
اندر وقت را بدین سخن فرغتے
پدید آمد۔ (ص ۲۶۹)

ایک بار میں حدود عراق میں دنیا کے حاصل
کرنے اور اس کے لٹا دینے میں بے طرح
مشغول تھا اور بہت قرضدار ہو گیا تھا۔
جس کو جس چیز کی بھی خواہش ہوتی میں میری
ہی طرف رخ کرتا۔ اور میں اس فکر میں رہتا
تھا کہ کیسے سب کی خواہش پوری کروں کہ
شیوخ وقت میں سے ایک شیخ نے مجھے
لکھا کہ اے فرزند کہیں اپنے دل کو مشغولی
خدا سے ہٹا کر اس کی طرف مشغول نہ کر
لینا جو مشغول ہوائے نفس ہے۔ ہاں اگر
کوئی ایسا شخص ملے جس کا دل تم سے برتر
ہو جب تو اس کی تشفی خاطر کرو ورنہ سب کے
لئے اپنا دل حیران و پریشان نہ کرو۔ اللہ خود ہی
اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ بس اس
وقت سے میرے دل کو قرار آ گیا۔

قید ازدواج سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمیشہ آزادی رہی۔ البتہ ایک مقام پر آپ یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقات محبت قائم ہو گئے تھے۔ اور یہ ا سال تک اس زخم لطیف کے بسمل بنے رہے۔ پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔ بیان اتنا مجمل تفصیلات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لکھا ہے کہ

من کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس
آنکہ مرا حق تعالی یازدہ سال از آفت
تزویج نگاہ داشتہ بود ہم تقدیر کرد
تا بفتنہ اندر افتادم ظاہر باطنم اسیر

مجھ علی بن عثمان جلابی کو اللہ نے گیارہ
سال تک تزویج کی مصیبت سے محفوظ
رکھا۔ اس کے بعد تقدیر الٰہی یہ ہوئی کہ میں
آزمائش میں پڑوں چنانچہ بغیر شکل دیکھے

Marfat.com

صفتی باشد کہ با من کردند بے آنکہ رویت	محض دوسروں سے اوصاف سن کر میرا
بودہ بود و یک سال مستغرق آں	ظاہر و باطن اسی کی طرف گرفتار رہا۔ یہاں
بودم چنانچہ نزدیک بود کہ دین بر من	تک قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو
تباہ شود تا حق تعالیٰ بہ کمال لطف و تمام	جائے۔ کہ حق تعالےٰ نے
فضل خود عصمت را بہ استقبال دل بیچارۂ	کمال لطف و کرم سے میری
من فرستاد بہ رحمت خلاصی ارزانی داشت (ص ۲۸)	دستگیری کی۔

استعداد علمی کی تفصیل کسی تذکرہ میں نظر سے نہیں گزری۔ لیکن کشف المحجوب خود اس امر کا ایک واضح ثبوت ہے کہ اس کا مصنف علم باطن کے علاوہ علوم ظاہری پر بھی وسیع نظر رکھتا ہے۔ بعض تذکروں میں اجمالاً صرف اتنا ہے کہ "جامع بود میان علوم ظاہری و باطن" اتنا تو یقیناً صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض تذکروں میں ہے کہ لاہور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے آئے تھے۔ اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے ایک ملفوظ میں تو ورود لاہور کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ فوائد الفواد میں ہے کہ علی ہجویری اور شیخ حسین زنجانی دونوں ایک ہی مرشد سے بیعت رکھتے تھے۔ شیخ حسین زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک روز شیخ علی ہجویری کو مرشد کا حکم ملا کہ لاہور میں سکونت اختیار کرو۔ عرض کیا وہاں تو شیخ حسین پہلے سے موجود ہیں۔ مگر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ۔ تعمیل کی رات میں لاہور پہنچے۔ اسی شب شیخ حسین نے انتقال کیا۔ (ص ۲۵)

ان روایتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کو مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا۔ کشف المحجوب سے کچھ ایسا پایا جاتا ہے کہ لاہور کا قیام مرضی کے خلاف تھا۔ غزنی ۔۔۔ فرماتے ہیں :-

کتب من بہ حضرت غزنین ماندہ	میری کتابیں غزنی میں رہ گئی
بود و من اندر دیار ہند در بلدہ	تھیں اور میں ہندوستان میں شہر لاہور
لاہور کہ از مضافات ملتان	میں جو مضافات ملتان میں سے

Marfat.com

است درمیان ناجنسان گرفتار شدہ بودم۔ (صـ۶۵) | ہے۔ ناجنسوں کے درمیان گرفتار تھا۔

عام لقب جو گنج بخش چلا ہوا ہے۔ اس کی بابت روایت یہ ہے کہ خ
معین الدین حسن سجزی اجمیری نے آپ کے مزار پر آکر حسب دستور صوفیہ چلہ کشی
فیض و برکت سے مالا مال ہو کر جب رخصت ہونے لگے تو مزار کے رخ کھڑے
یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نورِ خدا | کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

سال وفات سے متعلق اختلاف ہے۔ مزار پر جو قطعۂ تاریخ کندہ ہے
۴۶۵ھ درج ہے۔ دوسرے قرینے بھی اسی کی تائید میں ہیں۔ مزار لاہور میں سمت
واقع ہے۔ اب تو آبادی وہاں تک ہو گئی ہے۔ پہلے شہر سے باہر تھا۔ اہل حاجت برا
آتے جاتے رہتے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کو مجمع زائد ہو جاتا ہے۔ عقیدت مندوں کا خیال ہے
چالیس روز متصل حاضری دی جائے یا چالیس جمعہ کی راتوں کو مزار کا طواف کیا جائے تو
آسان اور ہر حاجت روا ہو جاتی ہے۔ زیارت ایک بار ۱۹۴۲ء ۱۳۶۱ھ میں ان سطو
راقم آثم نے بھی کی ہے۔

تصوف و طریق پر کتابیں متعدد لکھیں۔ لیکن آج وہ ناپید ہیں۔ بلکہ تذکروں میں تو
نام تک بھی درج نہیں۔ سفینۃ الاولیاء وغیرہ میں اجمالی ذکر صرف اس قدر آتا ہے کہ
علی ہجویری را تصنیف بسیار است" لیکن نکلسن نے خود کشف المحجوب کے اند
کر ذیل کی کتابوں کا پتہ تو لگا ہی لیا ہے۔

۱۔ دیوان۔ یکے آنکہ دیوان شعرم کسے برخاست۔" (کشف صـ۱)

۲۔ منہاج الدین۔ دیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف، نام آن منہاج
"پیش ازیں کتابے ساختہ ام۔ مرآں را منہاج الدین نام کردہ اند۔ اندر وے
اہل صفہ یک یک بہ تفصیل آوردہ۔" (صـ۵) نیز اندر کتابے کہ کردہ ام بجز ا
نام۔" (صـ۱۱۱)

Marfat.com

کتاب الفناء والبقاء ۔ مارا ازیں جنس سخن است اندر کتابے فنا و بقا۔ (ص۴)

اسرار الخرق والمؤونات ۔ "مرا اندریں باب کتابے کہ نام آں اسرار الخرق والمؤونات ست و نسخہ آں مرید را باید"۔ (ص۳۸)

کتاب البیان لاہل العیان ۔ "من اندریں معنی تا حال بدایت کتابے ساختہ ام و آں را کتاب البیان لاہل العیان نام کردہ شد"۔ (ص۱۹۵)

بحر القلوب ۔ "اندر بحر القلوب اندر باب جمع فصول کے گفتہ ام"۔ (ص۱۹۵)

الرعایۃ الحقوق اللہ ۔ طالب ایں علم را ایں مسئلہ از کتاب دیگر باید طلبید کہ کردہ ام آں را الرعایۃ لحقوق اللہ نام کردہ"۔ (ص۲۱۱)

کشف کی دو عبارتوں میں کتابوں کے حوالے اور بھی ہیں ۔ اب خدا معلوم ان سے ان مذکورہ بالا کتابوں میں سے کوئی دو ہیں یا یہ دو ان کے علاوہ ہیں ۔

"ازیں اندر شرح کلام وے (منصور حلاج) کتابے ساختہ ام"۔ (ص۱۱۱)

"ن اندر بیان ایں (ایمان) کتابے کردہ جداگانہ"۔ (ص۲۱۵)

اگر یہ دو کتابیں ان کے علاوہ ہیں ۔ (جیسا کہ نکلسن کا خیال ہے) تو مجموعی تعداد نو کتابوں ہے ۔ اور ایک خود ہی کشف المحجوب ۔ کل دس ہوئیں ۔ اور چونکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ کی تصنیف کب ہوئی اور شیخ اس کے بعد کب تک زندہ رہے ۔ اس لئے ہو سکتا ہے دس پہ بعد میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا ہو ۔

مخدوم کے مرتبۂ کمال کا اعتراف سب کر رہا ہے خواجہ خواجگان معین الدین چشتی ور شیخ المشائخ فرید الدین گنج شکر دونوں سے متعلق روایت ہے کہ آپ کے مزار پر چلہ کشے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں چنانچہ دونوں حضرات کے مقامات ... لے نقوش اب تک محفوظ ہیں ۔

...جامی ان الفاظ میں تصنیف و مصنف کی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہیں :

"...الم و عارف بود ...... در صحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است ۔ ...صاحب کتاب کشف المحجوب است کہ از کتاب مشہور و معتبرہ دریں فن است

و لطائف وحقائق بسیار در آں کتاب جمع کردہ است ۔" (نفحات (ص ۳۵۸)

دارا شکوہ کے نزدیک فارسی زبان میں تصوف پر کوئی کتاب اس ٹکر کی نہیں :۔

"خانوادۂ ایشاں خوانوادۂ زہد و تقویٰ بود ۔ حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچ کس را برآں سخن نیست و مرشدے ست کامل ۔ در کتب تصوف بہ خوبی آں در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ خوارق و کرامات زیادہ از حد و نہایت ۔ و بار ہا بر قدم تجربہ و توکل سفر کردہ اند ۔" (سفینہ (ص ۱۶۴)

سب سے بڑھ کر قابل استناد و قابل افتخار قول سلطان المشائخ نظام الملت نظام الدین اولیاءؒ کا ہے ۔ آپ کا ارشاد تھا کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو ۔ اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائے گا ۔ آپ کا ایک غیر مطبوعہ ملفوظ درر نظامی میں ہے :

"می فرمودند ۔ کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی ہجویری ست ۔ قدس اللہ روحہ العزیز ۔ اگر کسے را پیرے نہ باشد چوں ایں کتاب را مطالعہ کند او را پیدا شود ۔ من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردم ۔"[1]

مخدوم کی اس کرامت کا ذکر متعدد تذکروں میں ہے کہ لاہور میں جو مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی ۔ اس کی محراب میں بہ مقابلہ دوسری مسجدوں کے سمت جنوب میں ذرا کجی تھی ۔ علمائے وقت نے اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قائم نہیں رہی ۔ آپ نے ایک روز سب کو جمع کر کے خود نماز پڑھائی ۔ اس کے بعد حاضرین سے کہا کہ دیکھو کعبہ کدھر ہے ۔ حجابات اٹھ گئے ۔ سب نے دیکھ لیا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے ۔

---

[1] درر نظامی ۔ مرتبہ شیخ علی محمود جاندار ۔ نسخہ قلمی ۔ مملوکہ سید علیم الدین صاحب خادم درگاہ سلطان المشائخ دہلی ۔

Marfat.com

تصنیف

عربی میں تصوف کی قدیم ترین معلوم و موجود کتاب کا نام کتاب اللمع تھا۔ اس سے ہم پہلے باب میں روشناس ہو چکے۔ فارسی میں تصوف کی قدیم ترین موجود کتاب کشف المحجوب ہے۔ کتاب اللمع چند سال قبل دنیا کے لئے معدوم تھی اور اب بھی مشرق کے لئے اس کا وجود اس کے عدم سے کچھ ہی بہتر ہے۔ خوش قسمتی سے کشف المحجوب اس حجاب گمنامی میں نہیں۔ داتا گنج بخش لاہوریؒ کا نام تو اس سے زیادہ عوام کی زبان پر ہے۔ پنجاب کے اکثر گھرانے ان کی عقیدت کے مسکن ہیں۔ لاہور میں مدت ہوئی اصل فارسی نسخہ طبع ہو چکا ہے۔ اردو ترجمہ بھی لاہور ہی سے نکل چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ پروفیسر نکلسن نے گب موریل سیریز میں شائع کیا ہے۔ چند سال ہوئے روس اسینٹ پیٹرز برگ کے پروفیسر ژوکووسکی کے زیر اہتمام اصل کتاب کے یورپ میں بھی چھپنے کی اطلاع آئی تھی۔ یہ سب کچھ ہے تاہم استفادہ کرنے والوں کا حلقہ اب بھی محدود ہے اور مصنف کی طرح تصنیف سے بھی تعارف کرانے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

مصنف کی رحلت کا سال ۴۶۵ھ ہے اور مصنف نے اس کتاب میں اپنی متعدد پچھلی کتابوں کا ذکر اور سکونت لاہور کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی آخر عمر کی تصنیف ہے یعنی پانچویں صدی ہجری کا وسط۔ اس کتاب سے قریباً ہم عمر امام ابوالقاسم قشیری کی کتاب رسالہ القشیریہ ہے۔ موضوع اس کا بھی تصوف ہے۔ دونوں کے طرز تصنیف میں فرق یہ ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے اقوال و حکایات کے نقل کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ برخلاف اس کے مخدوم ہجویری ایک محققانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، مقامات، واردات، مجاہدات وغیرہ کی تحلیل کرتے جاتے ہیں اور مباحث سلوک پر رد و قدح کرنے میں تامل نہیں کرتے بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔

ضرورت تصنیف یہ ہے کہ کوئی صاحب ابوسعید ہجویری نامی سائل ہیں انہوں نے

Marfat.com

حضرت مخدومؒ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ

بیان کن مرا اندر تحقیق طریق تصوف	مجھ سے بیان فرمائیے طریق تصوف کی
وکیفیت مقامات ایشان و بیان	حقیقت اور مقامات صوفیہ کی کیفیت
مذاہب و مقالات آں و اظہار کن مرا	اور ان کے عقائد و مقالات کی تشریح۔
رموز و اشارات ایشاں و چگونگی	اور مجھ پر ظاہر کیجئے ان کے رمز اور
محبت خدائے عز و جل و کیفیت	اشارے اور خدائے بزرگ کے ساتھ ان کی
اظہار آں بر دلہا و سبب حجاب عقول	محبت کی نوعیت اور دلوں میں اسکے ظہور
از کنہ ماہیت آں و نفرت نفس از	کی کیفیت اور اسکی ماہیت کے ادراک سے
حقیقت آں و آرام روح با صفوت	عقل کا حجاب اور نفس کی اس طرف سے
آں و آنچہ بدیں تعلق دارد و از	بیزاری اور روح کی اس کی طرف سے تسکین
معاملت آں۔ (صلا)	اور اس کے معاملات کے متعلقات۔

ساری کتاب اسی سوال کے جواب اور انہی مراتب کی تفصیل میں ہے۔

مضامین اور تصانیف کے سرقہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت اور اس زمانہ کے لوگ بڑے شاطر تھے۔ شیخ کو ایک نہیں دو مرتبہ ان لوگوں کے ہاتھوں تلخ تجربے اٹھانے پڑے۔ ایک مرتبہ کوئی صاحب شیخ سے مسودہ دیوان مانگ کر لے گئے اور بجائے واپس کرنے کے اپنے نام اور تخلص کے ساتھ اس کی اشاعت شروع کر دی۔ دوسری مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ان کی ایک تصنیف فن سلوک میں منہاج الدین کے نام سے تھی۔ اسے کوئی شخص اڑا کر لے گیا ان کا نام کاٹ کر عنوان پر اپنا نام لکھ دیا اور اس کی تصنیف کو اپنی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا۔ کشف المحجوب ان تصانیف کے بعد کی ہے۔ اس کے آغاز میں جہاں اپنا نام لکھا ہے۔ وہاں ان سب تلخ حالات کی تصریح بھی تلخ لب و لہجہ میں فرما دی ہے۔ (صلا ۲)

اس سرقہ سے اس قدر خائف تھے۔ کہ اسی ایک بار پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ درمیان کتاب میں بار بار اپنا پورا نام لیتے گئے ہیں۔

لاہور کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے اس کا کہنا چاہیئے کہ کوئی صفحہ مطبعی غلطیوں سے خالی نہیں۔

Marfat.com

کہیں عبارت بالکل بے معنی ہوگئی ہے۔ کہیں مصنف کے اصل منشا کے خلاف مفہوم نکل رہا ہے اور اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ اکثر مقامات پر اشخاص و مقامات کے نام بالکل مسخ ہو گئے ہیں۔ ان کی تصحیح کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا تکلیف دہ امر اس نسخہ میں یہ ہے کہ کسی قسم کی فہرست مضامین وغیرہ درج نہیں۔ کتاب مقدمہ، بابوں اور فصلوں میں تقسیم ہے۔ ہر باب و فصل کے الگ الگ پیراگراف (بند یا فقرے) ہیں۔ لیکن کاتب صاحب نے بائے بسم اللہ سے لے کر تائے تمت تک ۴۳۴ صفحہ کی کتاب کا قلم یکساں رکھا ہے۔ نہ کہیں کوئی پیراگراف (بند) توڑا ہے۔ نہ ایک باب و فصل کے اختتام کو دوسرے کے آغاز سے نمایاں طور پر ممتاز کیا ہے۔ راقم سطور نے بطور خود ایک فہرست مضامین اور بعض دوسری فہرستیں مرتب کی ہیں اور انہی کی مدد سے ناظرین کے ہمراہ کتاب پر ایک سرسری نظر کرنا ہے۔

شروع کے چھ صفحے (صفحہ ۱ - ۶) بطور تمہید یا مقدمہ کے ہیں۔ ان میں سبب تالیف موضوع سخن وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ترتیب مضامین حسب ذیل ہے:۔

(۱) فی اثبات العلم (صفحہ ۱۴)

اس میں علم کی ماہیت، علم کے فضائل اور علم کے اقسام کا بیان ہے۔ مشہور صوفی حاتم اصم کا قول نقل کیا ہے کہ

حاتم الاصم گفت رضی اللہ عنہ کہ چہار علم	تمام علوم عالم میں سے میں نے چار چیزوں
اختیار کردم واز ہمہ علمائے عالم برستم	کا علم حاصل کر لیا اور باقی علوم سے بے نیاز
۔۔۔۔ یکے آنکہ بدانستم کہ مرا رزقے	ہو گیا۔ اول یہ کہ رزق کی ایک مقدار مقسوم
ست مقسوم کہ زیادت و کم نشود	ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس
از طلب زیادت برآسودم و دیگر آنکہ	لئے اس میں اضافہ کی طلب کاری سے
بدانستم کہ خدائے را برمن حقے ست کہ	نجات پا گیا۔ دوسرے یہ کہ خدا کی جانب
جز من کسے دیگر نتواند گزارد، بہ ادائے	سے میرے اوپر جو حق عائد ہیں ان کی
آں مشغول گشتم و دیگر آں کہ دانستم	بجا آوری میرے اوپر فرض ہے اسی لئے اس کی ادائیگی میں

Marfat.com

که مرا طالب است یعنی مرگ که
از وے تواں گریخت آں را بشناختم۔
چہارم آں که دانستم که مرا خداوندے ست
مطلع برمن۔ از وے شرم داشتم
و از ناکردنی دست باز داشتم۔
(صفحہ ۱)

اس سے ان کی ادائی میں مشغول ہوگیا ہوں۔
تیسرے یہ کہ میرے تعاقب میں موت
لگی ہوئی ہے۔ جس سے کسی طرح گریز ممکن نہیں
اس لیے اس سے ملنے کی تیاری کرتا رہتا
ہوں۔ چوتھے یہ کہ خدا میرے حال کو دیکھتا رہتا ہے
اسلئے اس سے شرم کرتا اور ممنوعات سے بچتا رہتا ہوں۔

علم صحیح یا معرفت کے لیے علم ظاہر یا شریعت اور علم باطن یا طریقت کی حاجت ضروری ہے۔ صرف ایک کا وجود طالب کے لئے مضر ہوگا۔

ظاہر ورزش معاملت و باطنش تصحیح
نیت و قیام بریک ازیں بے دیگرے
محال باشد۔ ظاہر بے حقیقت باطن
نفاق بود و باطن بے ظاہر زندقہ۔
و ظاہر شریعت بے باطن نقص بود
و باطن بے ظاہر ہوس۔ پس علم حقیقت
را سہ رکن است۔ یکے علم بذات خداوند
تعالیٰ و وحدانیت وے و نفی تشبیہہ
از وے دیگر علم بہ صفات خداوند
تعالیٰ و احکام آں۔ و سہ دیگر علم بہ افعال
و حکمت وے۔ و علم شریعت را نیز سہ
رکن است یکے کتاب۔ دیگر سنت۔
سہ دیگر اجماع است۔ (صفحہ ۱)

ظاہر سے مراد معاملات ہیں اور باطن سے
تصحیح نیت۔ ان میں سے ایک کا وجود
بغیر دوسرے کے محال ہے۔ ظاہر بغیر
امتزاج باطن کے منافقت ہے۔
اور باطن بغیر شمول ظاہر کے زندقہ ہے۔
شریعت کا ظاہر بلا باطن نقص ہے اور
باطن بلا ظاہر ہوس ہے۔ تو علم حقیقت
کے تین رکن ہوئے۔ ایک علم ذات
خداوندی، توحید و نفی تشبیہہ۔ دوسرے علم
صفات و احکام خداوندی۔ تیسرے علم افعال
و حکمت افعال خداوندی۔ علم شریعت
کے بھی تین رکن ہیں۔ ایک کتاب
دوسرے سنت تیسرے اجماع امت۔

علم ذات خداوندی کی تعلیم اس قسم کی آیات قرآنی میں بکثرت ملتی ہے۔
فاعلم انہ لا الہ الا اللہ۔

Marfat.com

واعلموا انّ اللہ ھو مولٰیکم -

الم تر الی ربّک کیف مدّ الظل -

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت -

لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر -

نیز اس قسم کی احادیث نبوی ہیں کہ من علم ان اللہ تعالیٰ ربّہ و انی نبیہ حرم اللہ تعالیٰ لحمہ و دمہ علی النار -

علم صفات خداوندی کی جانب رہبری اس قسم کی آیات کرتی ہیں :-

انہ علیم بذات الصدور -

واللہ علی کل شیٔ قدیر -

وھو السمیع البصیر -

فعال لما یرید -

ھو الحی لا الہ الا ھو -

علم افعال خداوندی کی بابت اشارے اس قسم کی آیات میں ملتے ہیں :-

واللہ خلقکم وما تعملون -

واللہ خالق کل شیٔ -

علم شریعت کے رکن اوّل یعنی کتاب اللہ سے تمسک و اعتصام کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے - منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب رکن دوم یعنی سنت نبوی کا شاہد عادل یہ فرمان الٰہی ہے - وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا - رکن سوم یعنی اجماع امت کی دستاویز استنادیہ ارشاد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے -

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم -

علم کے ان تینوں علم شریعت کی اہمیت پر جتنا زور دیا ہے اس کا اندازہ انتباس ذیل سے ہو گا :

محمد بن فضل البلخی کہتے رحمۃ اللہ علیہ العلوم ثلاثۃ علم من اللہ وعلم مع اللہ وعلم باللہ

محمد بن فضل بلخی کہتے ہیں علوم تین ہیں ۔ ایک علم من اللہ ۔۔۔ علم مع اللہ

Marfat.com

علم باللہ علم معرفت بود کہ ہمہ اولیاء
و انبیاء بدو دانستہ اند و تا تعریف
و تعرف وے نبود ایشاں وے را
نہ دانستند علم من اللہ علم شریعت
بود کہ آں از وے بما فرمان و تکلیف
ست و علم مع اللہ علم مقامات و طریق حق
و بیان درجات اولیا است پس معرفت
بے پذیرفتن شریعت درست نیاید
و ورزش شریعت بے اظہار مقامات
راست نیاید .... ہر کرا
علم معرفت نیست دلش بجہل مردہ
ست و ہر کرا علم شریعت نیست بہ
نادانی بیمار ست ۔ (ص ۱۲)

تیسرے علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے
کہ انبیاء و اولیاء نے اسی ذریعہ سے معرفت
باری حاصل کی ہے اور بغیر اس کے انہیں
معرفت حاصل نہ ہوسکی علم من اللہ علم شریعت
ہے۔ یعنی احکام الٰہی و فرائض عبدیت کا علم۔
علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات
اولیاء کا نام ہے۔ معرفت بغیر علم شریعت
کے قبول کئے درست نہیں ہوسکتی۔ اور
شریعت پر عمل بغیر مقامات رسی کے پورا
نہ ہو پائے گا اور جسے علم معرفت نہیں اسکے
قلب پر جہل کی موت طاری ہے اور جسے
علم شریعت نہیں اس کا قلب مرض نادانی
میں گرفتار ہے۔

اسی تعلیم کی تائید میں بایزید بسطامی کا قول ہے کہ

عملت فی المجاهدة ثلثین
سنة فما وجدت شيئاً اشد علی من
العلم ومتابعته۔

میں نے تیس سال تک مجاہدہ کئے۔ لیکن
کسی مجاہدہ کو علم و تحصیل علم سے بڑھ کر
سخت نہیں پایا۔

اور خود شیخ ہجویریؒ کا بیان ہے کہ طبع انسانی کے لئے آگ پر چلنا راہ علم پر چلنے سے آسان تر ہے اور ایک جاہل کے لئے پل صراط پر ہزار بار گزرنا اس سے آسان ہے کہ علم کا ایک مسئلہ حل کرے۔ (ص ۱۴)

آج جب کہ بعض خوش فہم صوفیہ نے ہر قسم کے علم پر مطلق صورت میں حجاب اکبر کا حکم لگا دیا ہے۔ علم شریعت کے یہ فضائل ایک شیخ الشیوخ کی زبان سے یقیناً حیرت کے کانوں سے سنے جائیں گے۔

Marfat.com

(۲) باب الثانی فی الفقر (ص ۱۴ - ۲۴)

اس باب میں فضائل فقر و مسکنت کا بیان ہے۔ فضائل فقر میں متعدد آیات قرآنی موجود ہیں مثلاً

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف (بقرہ - ع - ۳۰)

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً و طمعاً (سجدہ - ع - ۳)

احادیث نبوی میں فضائل فقر کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ سرور کائنات خود اپنے متعلق دعاؤں میں یہ آرزو کیا کرتے تھے۔ کہ اے پروردگار مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین ہی وفات دے۔ حشر میں زمرۂ مساکین ہی میں اٹھا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ

ادنونی احبائی فیقول الملٰئکۃ	میرے دوستوں کو حاضر کرو۔ فرشتے عرض
من احباءک فیقول اللہ الفقراء	کریں گے کہ بار الٰہا تیرے دوست کون
والمساکین۔	ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ فقراء و مساکین۔

عہد رسالت میں جو فقراء و مہاجرین مسجد نبوی میں اسباب دنیوی سے قطع نظر کر کے محض عبادت الٰہی کے لئے بیٹھ گئے تھے اور اپنے رزق کے لئے تکیہ محض مسبب الاسباب پر رکھے ہوئے تھے ان کی خبر گیری اور ان کی رفاقت کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے تاکید ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

• لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ

(انعام - آیت ۲۰)

اور ایک دوسرے موقع پر فرمان ملتا ہے:

• لا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا (کہف - آیت ۱۱)

ان تاکیدی احکام نے ان فقراء و مہاجرین کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں انہیں دیکھ لیتے تو انتہائے شفقت سے ارشاد فرماتے کہ

Marfat.com

میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ کہ اللہ نے تمہارے بارے میں مجھ پر عتاب کیا۔ (صفحہ ۱۴ - ۱۵)
اس کے آگے فقر کی حقیقت اور فقر کے آداب پر بحث کی ہے اور غنا کے مقابلہ میں
اس کی افضلیت پر دلائل تمام کئے ہیں۔

(۳) الباب الثالث فی التصوف (صفحہ ۲۴ - ۲۱)

تیسرا باب ماہیت تصوف پر ہے۔ حسب معمول شیخ نے اس باب کا بھی آغاز قال اللہ وقال الرسول سے کیا ہے۔ چنانچہ کلام الٰہی میں انہیں اس باب کے مطابق ومناسب یہ آیت ملی۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا خاطبهم الجاهلون
قالوا سلاما (الفرقان، آیت ۶۳)

اور بطور حدیث کے اس کو پیش کیا ہے جو حدیث رسولؐ تو نہیں البتہ کسی بزرگ امت کا مقولہ معلوم ہوتا ہے۔

من سمع صوت اهل التصوف فلا یومن علی دعائهم کتب عند الله من
الغافلین۔

اس کے آگے شیخ سراجؒ کی طرح انہوں نے بھی لفظ صوفی اور اس کے اشتقاق پر تفصیلی نظر کی ہے۔

مردمان اندر تحقیق ایں اسم بسیار سخن	اس نام کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف
گفتہ اند و کتب ساختہ دگروہے ازاں	خیالات ہیں اور بہت سے قول ہیں۔ ایک
گفتہ اند کہ صوفی را برائے آں صوفی	گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامہ صوف
خوانده اند کہ جامۂ صوف دارد د	میں ملبوس رہتے تھے۔ اس لئے
گروہے گفتہ اند کہ صوفی را از برائے	صوفی کہلائے۔ بعض کا خیال ہے کہ لفظ
آں صوفی خوانند کہ از صف اول باشد	صوفی کا ماخذ صف اول ہے۔ یہ حضرات
دگروہے گفتہ اند کہ بداں صوفی گویند	چونکہ صف اول میں رہتے تھے۔ اس
کہ تولا بہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم	لئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے۔
کردہ اند گروہے گفتہ اند کہ ایں اسم	(ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان

Marfat.com

از صفا مشتق است و ہر کسے را اندریں
معنی اندر تحقیق ایں طریقت لطائف
بسیار است اما بہ مقتضائے
لغت ازیں معنی بعید می باشد
(ص ۲۲)

لوگوں کو اصحاب صفہ سے خاص محبت تھی۔
اسلئے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور جماعت
اس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور یہ
گروہ اپنی تائید میں خوب خوب نقطے پیدا کرتا رہتا ہے
لیکن لغت سے کسی قول کی بھی تائید نہیں ہوتی۔

شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب "صفا" (صفائی) سے لبریز ہو اور "کدر" (گندگی) سے خالی ہو اور اس مرتبہ تک کاملان ولایت ہی پہونچ سکتے ہیں۔

"صفا ضد کدر بود و کدر صفت بشر بود۔ و حقیقت صوفی بود آنکہ او را از کدر گزر بود" (ص ۲۳)

"صوفی نامے ست کہ مر کاملان ولایت را محققاں بدیں نام خواندہ اند" (ص ۲۵)

چنانچہ دور اول کے مشائخ طریقت میں سے کسی بزرگ کا قول ہے۔

من صفاہ الحب فہو صاف
و من صفاہ الحبیب فہو صوفی۔
(ص [illegible])

جس کو محبت صاف کر دے وہ
صافی ہے اور جسے محبوب اپنے لئے
صاف کر لے وہ صوفی ہے۔

اہل تصوف کے تین طبقے یا درجے ہیں۔ صوفی، متصوف، مستصوف۔ تینوں کی تعریف شیخ ہی کے لفظوں میں سننے کے قابل ہے:

صوفی آں بود کہ از خود فانی بود و بحق
باقی و از قبضۂ طبائع رستہ و بحقیقت
پیوستہ و متصوف آنکہ بمجاہدت ایں درجہ را
می طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت
ایشان درست می کند و مستصوف
آنکہ از برائے مال و منال و جاہ
و حظ دنیا خود را مانند ایشان کردہ

صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو
حق میں زندہ باقی ہو اور طبائع سے [illegible]
حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو [illegible]
وہ ہے جو مجاہدہ سے اس درجے کو [illegible]
اور اسی لحاظ سے صوفیوں کی نقش [illegible]
مستصوف وہ ہے جو نفس، جاہ، مال اور دنیا
طلبی کی خاطر اپنے آپ کو صوفیوں جیسا بنائے۔

Marfat.com

وازیں ہر دو چیز ہیچ خبر ندارد تا حدے کہ گفتہ اند المتصوف عند الصوفیہ کالذباب وعند غیرہم کالذیاب ۔ (ص ۲۵)

بنا دے اور حقیقتاً ان دونوں سے بے بہرہ ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ متصوف صوفی کی نظر میں مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور دوسروں کی نظروں میں بھیڑیے کی مانند جسکی غذا ہی گوشت اور خون ہے۔

شیخ عالم معانی وحقائق ہی کے سیاح نہیں بلکہ شیخ سعدیؒ کی طرح لفظی صنعت گری کے بھی ماہر ہیں اور کتاب میں ادب وانشاء کے جلوے بار بار دکھاتے گئے ہیں۔ یہاں بھی آگے جو عبارت لکھی ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔

صوفی صاحب وصول بود و متصوف صاحب اصول و مستصوف صاحب فضول۔

صوفی صاحب وصول ہوتا ہے کہ اسے وصل مقصود ہو چکا ہوتا ہے متصوف صاحب اصول ہوتا ہے کہ اصل صحیح پر قائم رہ کر احوال طریقت میں مشغول رہتا ہے اور مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے کہ اس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہوتی ہے۔

قدیم ترین صوفیہ نے صوفی اور تصوف کی جو تعریفات بیان کی ہیں شیخ نے انہیں بھی سنداً پیش کیا ہے۔ اور دور تک انہیں پیش کرتے چلے گئے ہیں۔ (ص ۲۶-۲۹) مثلاً

(۱) الصوفی اذا نطق بان نطقه عن الحقائق وان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق۔ (ذوالنون مصریؒ)

حضرت ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب وہ گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمان ہوتی ہے۔ اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضا قطع علائق پر زبان حال سے شہادت دیتے رہتے ہیں۔

(۲) التصوف نعت اقیم العبد فیه قیل نعت للعبد ام للحق فقال

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف وہ صفت ہے جس میں بندہ کی اقامت کی گئی

Marfat.com

نعت الحق حقیقۃ و نعت العبد رسمًا۔

(جنید بغدادیؒ)

(یعنی اس کی ہستی ہے) لوگوں نے پوچھا کہ یہ صفت بندہ کی ہے یا حق کی؟ جواب دیا کہ حقیقۃً تو حق کی ہے صورۃً بندہ کی ہے۔

(۳) التصوف ترک کل حظٍ للنفس

(ابوالحسن نوریؒ)

حضرت ابوالحسن نوری کا قول ہے کہ تصوف تمام حظوظ نفسانی کے ترک کا نام ہے۔

(۴) الصوفیۃ هم الذین صفت ارواحهم فصاروا فی الصف الاول بین یدی الحق۔

(ایضاً)

انہی بزرگ کا یہ بھی قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روحیں آلائشوں سے پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اوّل میں حاضر ہیں۔

(۵) الصوفی الذی لا یملک و لا یملک۔ (ایضاً)

انہی بزرگ سے یہ بھی منقول ہے کہ صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔

(۶) التصوف رؤیۃ الکون بعین النقص بل غض الطرف عن الکون۔ (ابو عمرو دمشقیؒ)

ابو عمرو دمشقیؒ ارشاد کرتے ہیں کہ تصوف نام ہے کائنات کی جانب عیب جوئی کی نگاہ سے دیکھنے کا، بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔

(۷) التصوف شرک لانہ صیانۃ القلب عن رؤیۃ الغیر و لا غیر۔ (شبلیؒ)

شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک شرک ہے۔ اس لئے کہ یہ نام ہے قلب کو غیر سے بچانے کا حالانکہ غیر کا وجود ہی سرے سے نہیں۔

(۸) التصوف صفاء السر من کدورۃ المخالفۃ۔ (رودباریؒ)

شیخ رودباریؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا۔

(۹) الصوفی لا یری فی الدارین

شبلیؒ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے

Marfat.com

مع اللہ غیر اللہ ۔ صوفی دونوں جہانوں میں اللہ کے سوا اور
(شبلیؒ) کسی کو نہیں دیکھتا۔

(۱۰) التصوف اسقاط الرویۃ حق شیخ علی بن بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ
ظاهراً و باطناً۔ تصوف یہ ہے کہ بجز حق ہی حق کے ظاہر اور
(علیؒ بن بندار نیشاپوری) باطن میں اور کچھ نہ نظر آئے۔

اسی باب میں اہل تصوف کے مزید خصوصیات، ان کے معاملات اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں ان کی کوششوں کو بیان کیا ہے۔

(۴) باب فی لبس المرقعات (ص ۳۱-۳۹)

اس چوتھے باب میں مرقع پوشی - یعنی پیوند لگے ہوئے لبادہ اور گدڑی پہننے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اور اس دستور کو سنت رسولؐ اور آثار صحابہؓ سے ثابت کیا ہے۔

(۵) باب فی ذکر اختلافهم فی الفقر والصفوة (ص ۳۹-۴۲)

اس باب میں اس مسئلہ پر بحث ہے کہ فقر اور صفا دونوں میں افضل کون ہے؟ بعض صوفیہ نے فقر کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے صفا کو۔ شیخ نے محاکمہ کرنا چاہا ہے۔ پھر بھی بحث تشنہ رہ گئی ہے۔

(۶) باب الملامت (ص ۴۲-۴۷)

اس باب میں آیۂ قرآنی ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (مائدہ - آیت ۵۴) کی تفسیر میں طریق ملامت کی ستائش کی ہے۔ اور یہ دکھایا ہے کہ اہل حق راہ حق میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ بلکہ خلق کی نظر میں رسوا اور مطعون ہو کر اپنی للہیت اور حق پرستی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے نشر و اشاعت کا سہرا شیخ ابو حمدون قصارؒ کے سر ہے۔

حصول ملامت کی ممکن صورتیں تین ہیں۔

(۱) پہلی صورت "راست رفتن" یعنی معمولی طور پر راہ راست پر چلتے رہنے کی ہے خلقت اس پر بھی اگر ملامت کرنے لگے، تو یہ خواہ مخواہ کی ملامت ہوگی۔

Marfat.com

(۲) دوسری صورت "قصد کردن" کی ہے۔ یعنی بالقصد ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس سے نفس کے حب جاہ کو صدمہ پہونچے۔ اور لوگ زبان طعن دراز کریں۔

(۳) تیسری صورت "ترک کردن" کی ہے۔ یعنی قصداً کوئی عمل خلاف شریعت کرنا۔ یہ طریقہ سرتاسر نامحمود ہے اور نتیجہ "کفر و ضلالت طبعی" ہوتا ہے۔

آج جو سبز پوش یا سرخ پوش یا زرد پوش یا کسی اور رنگین لباس میں ملبوس اپنے کو سلسلۂ ملامتیہ میں منسلک بتلاتے اور طرح طرح کی خلاف شرع حرکتیں علانیہ کرتے رہتے ہیں، وہ عموماً اسی تیسرے طریقہ "ترک کردن" پر عامل ہیں، اور اپنی ان فاسقانہ بلکہ نیم کافرانہ روشس کا نام فقر و تصوف رکھا ہے۔ شیخ نے گویا اسی طبقہ کو پیش نظر رکھ کر الفاظ ذیل لکھے ہیں۔

آنکہ طریقش ترک باشد و خلاف	جو کوئی اس طریق ترک کو اختیار کرتا ہے
شریعت چیزے بر دست گیرد	اور کسی خلاف شریعت عمل کو کرکے کہتا ہے
گوید کہ من طریق ملامت می ورزم،	کہ میں طریق ملامتیہ کی پیروی کر رہا ہوں تو [illegible]
آں ضلالت واضح باشد و آفت	یہ فعل کھلی ہوئی گمراہی اور روشن معصیت
ظاہر و ہوس صادق۔ چنانچہ اندریں	اور تمامتر نفسانیت ہے۔ چنانچہ آج کل
زمانہ بسیارے مستند کہ مقصود شاں	بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کا مقصد
از رد خلق قبول ایشاں بود (ص ۲۴)	طریق ملامتیہ کے پردہ میں نمود و نمائش ہے
	[illegible] نہ کہ ترک۔

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کا ایک اسی طرح کے [illegible] مصنوعی ملامتی کا ساتھ ہو گیا۔ اس نے کوئی بدکرداری کی اور [illegible] عمل ہوا۔ ایک رفیق نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا [illegible] شیخ نے [illegible] اظہار ملامتی ہونے کے مدعی ہو اور اپنے اعتقاد [illegible] تو اس رفیق [illegible] سے [illegible] کیوں لڑ رہا ہے تو اور خوش ہونا چاہئے کہ جو مقصد تھا یعنی ملامتی [illegible] حاصل ہو رہا ہے۔ شیخ کا یہ فقرہ بھی آج کل کے شریعت [illegible] ان مشیخت و ولایت [illegible] قابل [illegible]

بہر کہ خلق را دعوت کند بار سے از [illegible] | جو شخص خلق سے [illegible]

Marfat.com

حق مرآں را برہانے باید۔ برہان
آں حفظ سنت باشد۔ چوں از تو
ترک فریضہ بینم و تو خلق را بداں
دعوت می کنی ایں کار از دائرہ اسلام
بیروں می باشد (صـ۴۵)

کا مدعی ہوتا ہے۔ اسے اپنے دعوے
کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی لانا چاہیے
اور یہ دلیل سنت رسولؐ کی پابندی ہے
نہ دعوت حق کے مدعی ہو۔ مگر جب تم
نے ترک فریضہ کر دیا تو یہ فعل دائرہ اسلام سے خارج ہے

(۷) باب ذکر ائمتهم من الصحابة (صـ۷۰-۸۱)

اس باب میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہے۔ جو تمام صوفیوں کے برگزیدہ پیشوا ہوئے ہیں اس میں قدرتاً سب سے زیادہ اہمیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضےٰؓ کو دی گئی ہے۔ حضرت صدیقؓ کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

"شیخ الاسلام و بعد از انبیاء خیر الانام خلیفہ و امام۔ سید اہل تجرید و شاہنشاہ ارباب تفرید و از آفات انسانی بعید۔ امیر المومنین ابوبکر عبداللہ الصدیق کہ وے را کرامات مشہور است و آیات و دلائل ظاہر .... و مشائخ وے را مقدم ارباب مشاہدت نہند۔"

اور علی مرتضےٰؓ کا ذکر ان الفاظ میں ہے:-

"برادر مصطفےٰؐ و غریق بحر بلا و حریق نار ولا مقتدائے جملہ اولیاء و اصفیاء ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ او را اندریں طریقت شانے و درجۂ رفیع بود .... تا حدے کہ جنید گوید رحمۃ اللہ علیہ شیخنا فی الاصول والبلاء علی مرتضیٰ یعنی شیخ ما اندر اصول و اندر بلا کشیدن علی مرتضےٰؓ ست۔ یعنی امام ما اندر علم طریقت و معاملات آں علی مرتضیٰ ست .... اہل ایں طریقت اقتدا کنند بہ او اندر حقائق عبارات و دقائق اشارات و تجرید از علوم دنیا و آخرت و نظارۂ اندر تقدیر حق۔ و لطائف کلام وے بیشتر از آں ست کہ بعد اندر آید (صـ۸۱)

تقریباً ایسے ہی شاندار الفاظ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے مبارک تذکرے ہیں۔

Marfat.com

(۸) باب فی ذکر ائمتهم من اهل البیت ۔ (ص۵۱-۵۸)

یہ باب خاندان نبویؐ کے اخلاف صالحین کے کمالات و مناقب پر مشتمل ہے خصوصاً سیدنا حضرت حسنؓ و سیدنا حضرت امام حسینؓ، حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ، حضرت ابوجعفر محمد باقرؓ، حضرت جعفر صادقؓ کے کمالات و کرامات پر۔

(۹) باب فی ذکر اهل الصفه (ص۵۸-۶۰)

اصحاب صفہ کے حالات میں شیخ نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہے۔ اور اس باب میں صرف ان کے اسمائے گرامی کو شمار کر دیا ہے۔

(۱۰) باب فی ذکر ائمتهم من التابعین ۔ (ص۶۰-۶۳)

یہ باب اویس قرنی، ہرم بن حیان، حسن بصری اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ گویا تابعین میں صوفیہ کے سرخیل، پیشوا یہ حضرات ہوئے ہیں۔ حسن بصریؒ طبقۂ مفسرین میں اور سعید بن المسیب طبقۂ فقہا میں جانے پہچانے ہوئے نام ہیں۔

(۱۱) باب فی ذکر ائمتهم من تبع التابعین (ص۶۳-۱۱۶)

اس باب کے تحتانی عنوانات ۴۴ ہیں۔ اور ہر عنوان ایک ایک بزرگ کے تذکرہ کے لئے وقف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، مالک بن دینارؒ، احمد حنبلؒ، حبیب عجمیؒ، ذوالنون مصریؒ، داؤد طائیؒ، معروف کرخیؒ، ابراہیم ادہمؒ، سری سقطیؒ، فضیل ابن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ، ابوبکر شبلیؒ، منصور حلاجؒ ان چند پر سارے عنوانات کو قیاس کر لیا جائے۔ یہ طبقۂ تبع تابعین کے اکابر صوفیہ کی فہرست ابوحنیفہ، شافعی و احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی سے شروع ہوتی ہے۔

(۱۲) باب فی ذکر ائمتهم من المتاخرین (ص۱۱۶-۱۲۲)

متاخرین صوفیہ میں تین دس بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ ان میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور امام ابوالقاسم قشیریؒ کے نام خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔

(۱۳) باب فی ذکر الرجال الصوفیة من المتاخرین علی الاختصار من اهل البلدان (ص۱۲۲-۱۲۶)

Marfat.com

یہ گویا باب ماقبل کا تکملہ ہے۔ اس میں معاصر صوفیہ کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے طبقات کو ان کی وطنیت کی بنا پر تقسیم کیا ہے۔ مثلاً صوفیہ شام و عراق، صوفیۂ پارس، صوفیہ قہستان آذربائیجان و طبرستان، صوفیۂ کرمان، صوفیۂ خراسان، صوفیۂ ماورا النہر، صوفیۂ غزنین

(۱۴) باب فی فرق فرقھم فی مذاھبھم۔ (ص ۱۲۶-۲۰۰)

کتاب کا سب سے طویل وضخیم باب یہی ہے۔ اس میں صوفیہ کے مختلف سلسلے اور ان کے اصول اور باہمی اختلافات کا ذکر ہے۔

اس وقت تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استقصار میں کل بارہ سلسلے تھے ان میں سے دس مقبول اور اہلِ حق تھے۔ اور باقی دو مردود اور اہلِ باطل تھے۔

دس مقبول سلسلوں کے نام معہ ان کے بانیوں کے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) محاسبیہ	(عبداللہ بن حارث محاسبیؒ)
(۲) قصاریہ	(ابو حمدون قصارؒ)
(۳) طیفوریہ	(بایزید بسطامیؒ)
(۴) جنیدیہ	(جنید بغدادیؒ)
(۵) نوریہ	(ابوالحسن نوریؒ)
(۶) سہیلیہ	(سہل تستریؒ)
(۷) حکیمیہ	(حکیم ترمذیؒ)
(۸) خرازیہ	(ابوسعید خرازؒ)
(۹) خفیفیہ	(ابو عبداللہ خفیف)
(۱۰) سیاریہ	(ابوالعباس سیاریؒ)

گیارہویں سلسلہ کا نام جو مردودین اور اہلِ ضلالت کا ہے۔ سلسلۂ حلولیہ ہے۔ اس کے بانی ابوحلمان دمشقی ہوا ہے۔ بارہویں سلسلہ کا نام کہ وہ بھی مردود ہے درج کتاب نہیں۔ اس کا انتساب فارس کی جانب کیا جاتا ہے[1] (ص ۱۹۵)

---

[1] ملا جامی نے پورا نام فارس بن عیسیٰ بغدادی لکھا ہے۔ منصور حلاج کا مرید بتایا ہے اور بزرگوں میں شمار کیا ہے۔ (ص ۱۷۳-۱۷۴) نفحات الانس مطبوعہ کلکتہ)

Marfat.com

اس باب میں تصوف کے اکثر مہمات مسائل پر بحث آگئی ہے۔ گو ضمناً نوعیت مضامین کا اندازہ چند تحتانی ابواب کے عنوانات سے ہو گا حقیقت رضا۔ فرق بین الحال والمقال۔ الکلام فی السکر والصحو۔ احکام فی حقیقۃ النفس و معنی الہوی احکام فی مجاہدۃ النفس۔ الکلام فی حقیقۃ الہوی۔ الکلام فی اثبات الولایت۔ الکلام فی اثبات الکرامت۔ الکلام فی البقاء والفناء الکلام فی الغیبۃ والحضور۔ الکلام فی الجمع والتفرقۃ۔ تفضیل الانبیاء والاولیاء علی الملائکۃ و قس علی ہذا۔

یہاں تک کتاب کا گویا تاریخی اور تنقیدی حصہ تھا۔ اس کے بعد سے مستقلاً مسائل سلوک کی تشریح شروع ہوتی ہے۔ اور کشف المحجوب میں حجابات کا کشف ہونے لگتا ہے۔ شیخ نے حجابات کی تعداد گیارہ قرار دی ہے۔ اور بعد کے ہر باب میں ایک ایک حجاب کو اٹھایا ہے۔ ہر باب کئی کئی حصوں میں تقسیم ہے۔ عنوانات ابواب پر سرسری نظر کافی ہوگی۔

(۵) کشف الحجاب الاول فی معرفۃ اللہ ص [illegible] تا ص [illegible]۔

(۶) 〃 〃 الثانی فی التوحید ص [illegible] تا ص [illegible]۔

(۷) 〃 〃 الثالث فی الایمان ص ۲۱۵ تا ص ۲۱۹۔

(۸) 〃 〃 الرابع فی الطہارۃ ص ۲۱۹ تا ص ۲۲۶۔ ایک تحتانی باب توبہ و متعلقات توبہ پر ہے۔

(۹) 〃 〃 الخامس فی الصلوۃ ص ۲۲۶ تا ص ۲۳۹۔ ایک تحتانی باب محبت و متعلقات محبت پر ہے۔

(۱۰) 〃 〃 السادس فی الزکوۃ ص ۲۳۹ تا ص [illegible]۔ ایک تحتانی باب جود و سخا پر ہے۔

(۱۱) 〃 〃 السابع فی الصوم ص [illegible] تا ص [illegible]۔ ایک تحتانی باب جوع پر ہے۔

(۱۲) 〃 〃 الثامن فی الحج ص [illegible] تا ص [illegible]۔ ایک تحتانی باب مشاہدہ پر ہے۔

(۱۳) 〃 〃 التاسع فی الصحبۃ ص [illegible] تا ص [illegible]۔

صحبت کو جو مرتبہ اہمیت سلوک و طریقت میں حاصل ہے اس کے لحاظ سے [illegible]

Marfat.com

بالکل قدرتی ہے کہ یہ باب مبسوط و مفصل ہے۔ آداب و احکام صحبت کی تفصیل میں یہ باب بجائے خود دس تحتانی ابواب پر تقسیم ہے۔ بعض کے عنوانات حسب ذیل ہیں :۔

باب آدابھم فی الصحبۃ، باب آدابھم فی السفر، باب آدابھم فی الاکل۔ باب آدابھم فی المشی، باب آدابھم فی الکلام والسکوت، باب آدابھم فی التزویج والتجرید،

(۲۴) کشف الحجاب العاشر فی بیان منطقھم وحدود الفاظھم وحقائق معانیھم (ص ۱۸۶ تا ص ۲۰۶)

اس باب میں پہلے ارباب سلوک وطریقت کے مصطلحات کا ذکر ہے۔ ان کے معنی او ان کے باہمی فرق کی تشریح ہے۔

مثلاً حال و وقت، مقام و تمکین، محاضرات و مکاشفات، قبض و بسط، مہر ولطف، انس و ہیبت، نفی و اثبات، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، علم معرفت وشریعت و حقیقت، وغیرہ۔

مباحث کی نوعیت کا اندازہ اقتباس ذیل سے ہو گا۔ بیان شریعت وحقیقت کے تعلق باہمی کا ہو رہا ہے۔

شریعت فعل بندہ بود و حقیقت	شریعت بندہ کا فعل ہے اور داشت
داشت خداوند و حفظ و عصمت وے۔	خداوندی۔ حفظ و عصمت الہٰی کا نام
پس اقامت شریعت بے وجود	حقیقت ہے۔ پس شریعت کا تحقق
حقیقت محال باشد و اقامت	بلا وجود حقیقت کے محال ہے۔ انکے باہمی تعلق
حقیقت بے حفظ شریعت ہم محال	کی مثال روح وجسم کے اتصال کی ہے جب
و مثال ایں چوں شخصے باشد زندہ	تک انسان زندہ ہے دونوں متصل ہیں جب
بہ جان و چوں جان از وے جدا	روح نکل گئی تو جسم مردہ ہوگیا اور روح خود بس
شود آں شخص مردارے باشد	اب ہوا ہوگئی۔ دونوں کی اہمیت و قدر
و جان چوں بادے کہ قیمت شاں	اسی وقت تک ہے جب تک ایک دوسرے کے

Marfat.com

از مفارقت یک دیگر ست ہم چنیں شریعت بے حقیقت ریاے بود و حقیقت بے شریعت نفاق۔ خداوند گفت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا مجاہدت شریعت آمد و ہدایت حقیقت۔ آں یکے حفظ بندہ باشد مر احکام ظاہر را بر خود و آں دیگر حفظ حق بود مر احوال باطن را بر بندہ پس شریعت از مکاسب بود و حقیقت از مواہب۔
(صفحہ ۳۰۰)

شریک و رفیق ہیں۔ اسی طرح شریعت بغیر حقیقت کے ایک ریاکاری ہے اور حقیقت بھی بغیر امتزاج شریعت کے منافقت ہے قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے رہتے ہیں انہیں ہم اپنی راہیں دکھاتے رہیں گے اس مجاہدہ (جدوجہد) کا نام شریعت ہے اور جو ہدایت (راہ یابی) اس پر مرتب ہوتی ہے اسکا نام حقیقت ہے۔ شریعت کا ماحصل احکام ظاہر کی تعمیل ہے اور حقیقت کا خلاصہ احوال باطن کا اپنے اوپر طاری کرنا۔ شریعت بندہ کے اختیار کی چیز ہے۔ اور حقیقت عطیہ الٰہی ہے۔

اس کے بعد مختصر طور پر اور بہت سے مصطلحات صوفیہ مثلاً حق، حقیقت، ذات، صفت و جوہر کے معنی درج کئے ہیں۔

(۲۵) کشف الحجاب الحادی عشر فی السماع، صفحہ ۳۰۶ تا صفحہ ۳۲۵

کتاب کا یہ آخری جزو بجائے خود دس بابوں میں تقسیم ہے۔ باب سماع القرآن، باب سماع الشعر، باب سماع الاصوات والالحان، باب فی احکام السماع، باب اختلافھم فی السماع، باب مراتبھم فی السماع، باب فی الوجد والتواجد، باب فی الرقص، باب فی الخرق، باب فی آداب السماع۔

شیخ کے نزدیک سماع کی بہترین صورت سماع آیات قرآنی ہے۔ فرماتے ہیں:

"اولیٰ ترین سماع مسموعات مر دل را بہ فواید و سر را بہ زوائد و گوش را بہ لذت کلام خداوند عزّ اسمہ ست و مامورند ہمہ مومناں و مکلف اند ہمہ کافراں از آدمی و پری بشنیدن کلام ایزد تعالیٰ را (صفحہ ۳۰۶)

سماع قرآن کی افضلیت تو بہر حال کسی مسلمان کے لئے قابل بحث ہے ہی نہیں۔

Marfat.com

گفتگو جو کچھ ہے وہ سماع مصطلح یعنی غنا یا شعر کو لحن کے ساتھ سننے میں ہے۔ شیخ خود صاحب سماع تھے اور اپنے عمل کی تائید میں آثار صحابہؓ بلکہ عمل رسولؐ تک رکھتے تھے۔ (نت ۲۱۲ و ۲۱۶)

چنانچہ ابو عبدالرحمٰن سلمی کی کتاب السماع کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں انہوں نے جواز سماع کی تائید میں احادیث رسولؐ آثار صحابہ کو نقل کیا ہے۔ (نت ۲۱۶) تاہم فرماتے ہیں کہ

مراد مشائخ متصوفہ ازیں طلبیدن بجز اباحت ست از انچہ اعمال فوائد باید اباحت طلبیدن کار عوام باشد۔ و بر محل مباح ستوراند بندگان مکلف را باید کہ از کردار فائدہ طلبند۔

مشائخ صوفیہ کو تلاش اباحت سماع کی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ کسی عمل کو اسکی اباحت کی بنا پر نہیں۔ اس کے فوائد کی بناء پر اختیار کرنا چاہئے۔ تلاش اباحت میں تو عوام رہتے ہیں۔ سند جواز چوپالیں کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔ انسان کیلئے تکلیف شرعی رکھی گئی ہے۔ اسے چاہئے کہ کسی عمل کو اس کے فوائد کی بناء پر اختیار کرے۔

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جو اس مسئلہ پر بہت سلجھے ہوئے قول فیصل کا حکم رکھتا ہے۔ اور بہت سے پہلوؤں کا جامع ہے۔ کہتے ہیں:۔

وقتے من بہ مرو بودم۔ یکے از ائمہ اہلحدیث کہ معروف ترین ایشاں بود مرا گفت کہ من اندر اباحت سماع کتابے کردہ ام۔ گفتم بزرگ مصیبتے کہ اندر دین پدیدار آمد کہ خواجہ امام لہوے را کہ اصل ہمہ فسقہاست حلال کرد مرا گفت پس اگر حلال نمی دانی تو چرا می کنی۔ گفتم حکم ایں بر وجوہ ست۔ بر یک چیز قطع نتواں کرد۔ اگر تاثیر اندر دل

ایک زمانہ میں میں مرو میں تھا۔ ایک روز وہاں کے مشہور ترین امام المحدیث نے مجھ سے کہا کہ میں نے جواز سماع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے میں نے کہا کہ حضرت یہ تو آپ نے بڑا غضب کیا کہ ایسے لہو کو حلال کر دیا جو ہر فسق کی جڑ ہے۔ اس پر وہ بولے کہ اگر آپ حلال نہیں سمجھتے تو پھر خود کیوں سنتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا حکم مختلف حالات پر منحصر ہے کہ کوئی ایک حکم قطعی طور پر

Marfat.com

حلال بود سماع حلال بود و اگر حرام
بود حرام و اگر مباح بود مباح۔
چیزے را کہ حکم ظاہرش فسق
است و اندر باطن حالش روشن
بر وجوہ است۔ اطلاق آں بہ
یک چیز محال باشد (ص ۳۱۶)

نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر سماع سے دل میں
اثرات بھی حلال قسم کے پیدا ہوں تو سماع
حلال ہے اور اگر حرام قسم کے پیدا ہوں
تو حرام ہے۔ اگر مباح پیدا ہوتے ہوں تو
مباح ہے۔ ایسی چیز کہ جس کے ظاہر پر حکم
فسق کا ہے اور جسکا باطن مختلف احوال کا تابع
ہے۔ اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگا دینا ممکن نہیں۔

کتاب کے آخری جزو کے آخری باب کا عنوان آداب السماع ہے۔ اور اس پر گویا شیخ نے آداب و اصول طریقت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس میں شیخ نے شرائط سماع حسب ذیل تحریر کئے ہیں:۔

(۱) خواہ مخواہ اور تکلف کر کے سماع نہ سنے۔ جب تقاضا از خود غالب ہو، اس وقت سنے۔

(۲) سماع بہت کثرت سے کبھی نہ سنے کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے۔ کبھی کبھی سنے تاکہ ہیبت سماع دل پر قائم رہے۔

(۳) مرشد یا شیخ طریقت محفل سماع میں موجود رہے۔

(۴) محفل میں عوام شریک نہ ہوں۔

(۵) قوال پاکباز ہو، فاسق نہ ہو۔

(۶) قلب مکروہات دنیوی سے خالی ہو۔

(۷) طبیعت لہو و لعب کی جانب آمادہ نہ ہو۔

(۸) تکلف و اہتمام نہ کیا جائے۔

تاثیر سماع کے چند مؤثر واقعات و حکایات درج کرنے کے بعد اور یہ تسلیم کرتے کہ سماع بعض صورتوں میں اور بعض موقعوں پر نفس انسانی کا بڑا مصلح ہوتا ہے۔ شیخ اپنے کو یہ تلخ تجربہ بھی قلمبند کرنے پر مجبور پاتے ہیں کہ

Marfat.com

اندریں زمانہ گروہے گمشدگان	اس زمانہ میں گمراہوں کا ایک بڑا گروہ
بسماع فاسقاں حاضر شوند	پیدا ہو گیا ہے۔ یہ فاسقوں کی محفل
وگویند کہ سماع از حق می کینم و	سماع میں شریک ہوتا ہے۔ اور کہتا
فاسقاں از آنکہ ایشاں مر	ہے کہ ہم سماع حق کے لئے سنتے ہیں
ایشاں را اندراں موافقت کنند	حالانکہ فاسق اس سے فسق و فجور
بر سماع کردن و بہ فسق و فجور	پر اور زیادہ حریص ہو جاتے ہیں۔
حریص تر شوند تا خود ایشاں ہلاک	یہاں تک کہ یہ اور وہ دونوں برباد
شوند۔ (ص ۳۲۱)	ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ سماع کی غایت تو یہ ہونی چاہیئے کہ

فائدہ ایں حکایت آن ست کہ مرید را	مرید کو سماع میں ایسی کیفیت پیدا ہو
اندر غلبۂ سماع حال چنداں بباید کہ سماع	جائے۔ جس سے دوسرے فاسق فسق
وے فاسقاں را از فسق نجات دہد۔	سے نجات پا جائیں۔

Marfat.com

باب ۳ [1]

رسالۃ القشیریہ

(امام ابوالقاسم قشیریؒ)

مصنف

تذکروں میں حالات بہت ہی مختصر ملے۔ اسم گرامی ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری تھا۔ لقب زین الاسلام، مولد خراسان، مدفن نیشاپور

تاریخ ولادت بقول شیخ الاسلام زکریا انصاری شارح رسالہ، ربیع الاول ۳۷۶ھ ہے۔ تاریخ وفات ۱۶ ربیع الثانی ۴۶۵ھ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ عمر اس حساب سے ۸۹ سال کی ہوتی ہے۔

ابھی بچے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم ابوالقاسم یمانی سے حاصل کی۔ یہ عربی زبان و ادب کے ایک نامور استاد تھے۔ تحصیل علم کے شوق میں شیخ وقت ابوعلی دقاق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ پہلے علوم دینی میں کمال حاصل کرو۔ حکم کی تعمیل کی۔ تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، شعر وغیرہ جو علوم بھی متداول تھے، ان میں دستگاہ حاصل کی۔ جن جن استادوں سے استفادہ کیا، وہ اپنے وقت کے جید امام تھے۔ ان میں سے

---

[1] ماخذ: (۱) تذکرۃ الاولیاء، عطار ۳ جلد (۲) مدینۃ العلوم قلمی مولفہ شفاء الملک حکیم محمد حسن یا بادی

(۳) سفینۃ الاولیاء۔ داراشکوہ (۴) بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی (مطبوعہ لاہور)

(۵) نفحات الانس جامی (مطبوعہ کلکتہ) (۶) رسالۃ القشیریہ مطبوعہ مصر، عراق

(۷) تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ۱۲ مجلدات مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

مثلاً ابوالحسن بن بشران، ابونعیم اسفرائنی، ابوبکر طوسی، ابوبکر فورک، ابواسحٰق اسفرائنی وغیرہم۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد ابو علی دقاق کی خانقاہ تصوف و فقر میں قدم رکھا اور ان کی ہی صاحبزادی سے عقد بھی کیا۔

ان کی وفات کے بعد شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی (صاحب طبقات الصوفیہ) سے مستفید ہوتے رہے۔ بیعت شیخ دقاق رح ہی سے تھی۔ رسالہ میں ان کا ذکر خاص عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ لقب استاد کا اضافہ کرتے گئے ہیں۔

تصانیف متعدد چھوڑیں، مختلف فنون پر اور فاضلانہ، شیخ ہجویری باوجود معاصرت فرماتے ہیں:۔

"اندر ہر فن او را لطائف بسیار است و تصانیف نفیس جملہ با تحقیق"

(کشف المحجوب ص۱۳۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی رح نے تصانیف ذیل کی تصریح کی ہے۔

(۱) رسالۃ القشیریہ (۲) نحو القلوب

(۳) ایک عظیم الشان تفسیر القرآن[1] (۴) لطائف الاشارات

(۵) کتاب الجواہر (۶) کتاب احکام السماع

(۷) کتاب آداب الصوفیہ (۸) کتاب عیون الاجوبۃ

(۹) کتاب المناجات (۱۰) کتاب المنتہیٰ

مدینۃ العلوم میں جو فہرست تصانیف دی ہے، وہ اس سے کسی قدر مختلف ہے۔

عبادت میں شغف و اہتمام کا اندازہ اس سے ہو گا کہ مرض الموت میں نفلیں تک نہ چھوٹنے پائیں اور نمازیں برابر کھڑے ہو ادا کرتے رہے۔

---

[1] "تفسیرے ست نہایت کلاں و آں بہترین تفاسیر است" (بستان المحدثین)

"ھو من اجل التفاسیر و اوضحھا" (مدینۃ العلوم)

علمائے عصر میں ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی رح (نظام القرآن) کی زبان سے بھی ایسی ہی تعریف سننے میں آئی ہے۔

Marfat.com

سلوک و طریقت میں جو پایہ رکھتے ہیں۔ اس کا حال معاصر بزرگ شیخ ہجویریؒ کی زبان سے سنئے :-

استاد امام و زین الاسلام
ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن
القشیری اندر زمانۂ خود بدیع
بود و قدرش رفیع و منزلتش
بزرگ و معلوم است اہل زمانہ
را روزگار وے و انواع فضلش
و اندر ہر فن اورا لطائف بسیار
است و تصانیف نفیس ہمہ با تحقیق
و خداوند تعالیٰ حال و زبان وے را از
حشو محفوظ گردانیدہ بود (کشف المحجوب ص ۱۳۱)

استاد امام و زین الاسلام ابوالقاسم
عبدالکریم بن ہوازن القشیری اپنے
زمانہ میں فرد تھے اور بڑے بلند پایہ
ان کی عظمت اور ان کا علم و فضل سب کو
معلوم و مسلم ہے۔ ہر فن میں ان کی کتابیں
اور ان کے مسائل موجود ہیں اور ان کی
جملہ تصانیف اعلیٰ و با تحقیق ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے حال اور
زبان کو لغو سے پاک کر دیا تھا۔

مدینۃ العلوم کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل ہمہ داں اور مختلف علوم و فنون کے جامع تھے :-

کان جامعا بین اشتات العلوم، کان فقیہا اصولیا محققا محدثا حافظا متقنا نحویا لغویا کاتبا شاعرا ۔

منصور حلاج کے حال سے متعلق خود صوفیہ کے گروہ کے اندر دو مذہب اور اختلاف رائے ہے۔ امام قشیریؒ کا یہ قول ذیل ان کے باب میں قول فیصل سمجھا جاتا ہے :-

چنانکہ استاد ابوالقاسم قشیری گفت
در حق او کہ اگر مقبول بود بہ رد خلق
مردود نگردد و اگر مردود بود بہ قبول خلق
مقبول نگردد۔ (تذکرۃ الاولیاء عطار جلد ۲ ص ۱۴۳)

اگر وہ مقبول تھے تو خلق کے رد کرنے سے
مردود نہیں ہو جاتے اور اگر
مردود تھے تو خلق کے قبول سے مقبول
نہیں ہو جائیں گے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی کی عظمت سے قلب بہت متاثر تھا۔ صاحب کشف المحجوب

Marfat.com

براہ راست روایت کرتے ہیں کہ

از استاد ابوالقاسم قشیری شنیدم
کہ چوں من بہ ولایت خرقان اندر
آمدم۔ فصاحتم برسید و عبارتم نماند از
حشمت آں پیر و پنداشتم کہ از ولایت
خود معزول شدم۔ (ص ۱۱۸)

استاد ابوالقاسم قشیری مجھ سے فرماتے
تھے کہ جب میں علاقہ خرقان میں پہنچا تو
اس بزرگ کی ہیبت ایسی طاری ہوئی کہ
گویائی جاتی رہی اور تاب گفتگو نہ رہی اور خیال
یہ پیدا ہوا کہ ولایت سے معزول کر دیا گیا ہوں۔

یہ قول شیخ فریدالدین عطارؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۳۰۰۔

بغداد اس وقت عروس البلاد تھا۔ ۴۴۸ھ میں اپنی عمر کے ۶۲ سال میں وہاں آ
رسالہ اس سے گیارہ سال قبل ۴۳۷ھ میں تصنیف کر چکے تھے۔ بغداد آ کر حدیثوں کی روایت
معاصر مورخ خطیب بغدادی کی روایت ہے۔

قدم علینا فی سنة ثمان واربعین واربع مائة وحدث ببغداد وكتبنا عنه۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۸۳)

عقائد میں اشعری اور فقہ میں شافعی تھے۔ ثقہ اور واعظ خوش بیان ہونے کی شہادت
بھی اسی معاصر مورخ کی زبان سے موجود ہے۔

کان ثقة وکان یقص وکان حسن الموعظة ملیح الاشارة وکان یعرف
الاصول علی مذهب الاشعری والفروع علی مذهب الشافعی (ایضاً)

صاحب کشف المحجوب نے قشیری کے متعدد اقوال اپنے ہاں نقل کیے ہیں۔ ان
سے دو نمونہ کے طور پر حاضر ہیں:

(۱) مردان اندر فقر و غنا سخن گفتہ اند و
خود را اختیارے کردہ و من آں
اختیار کنم کہ حق مرا اختیار کند۔
مرا اندر آں نگاہ دارد۔ اگر تونگر
دارد م غافل نہ باشم و اگر

لوگوں کے اقوال فقر و تونگری کے باب میں مختلف
ہیں کسی نے ایک کو اپنے لئے اختیار کیا ہے
کسی نے دوسرے کو لیکن میں اسی شے کو
اختیار کیے ہوئے ہوں جو اللہ میرے لئے
اختیار کرے اور جس میں مجھے رکھے۔ اور اگر

Marfat.com

درویش خواہدم حریص و معرض بناشم ۔ (ص ۱۸)	تونگر بنا کر رکھے تو غافل نہ ہونگا اور اگر فقیر بنا کر رکھے تو حریص و نافرمان ہوکر نہ رہوں گا۔
(۲) مثل الصوفی کعلۃ البرسام اولہ ھذیان وآخرہ سکوت فاذا تمکنت خرست ۔	صوفی کی مثال مرض برسام کی سی ہے جسکی ابتدا میں ہذیان ہوتا ہے اور آخر میں سکوت یعنی جب تم کمال کو پہنچ جاتے ہو تو زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

شیخ عطارؒ کی روایت ہے کہ قشیریؒ سماع کے قائل نہ تھے "نقل است کہ استاد ابوالقاسم سماع را معتقد نبود" (جلد ۲ ص ۲۳۲) لیکن خود رسالہ میں انکار سماع نہیں پایا جاتا۔

عطار ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ استاد ابوالقاسم سماع کے منکر تھے۔ ایک روز شیخ ابوسعید کے سامنے سے گزرے۔ وہاں محفل سماع گرم تھی۔ استاد نے اپنے دل میں کہا کہ جو لوگ یوں [illegible] رقص یا ناچ مارے مارے پھرتے ہیں شریعت میں ان کا [illegible] ہونا مستند نہیں اور ان کی [illegible] نہیں۔ شیخ نے اسی وقت ایک شخص کو دوڑایا کہ استاد سے ذرا پوچھو کہ جب [illegible] ہونے تھے تو [illegible] مبارک [illegible] سے [illegible] ہوئے [illegible] سوال پیدا ہوا۔

[illegible] بعض باتیں [illegible] سمجھ سکتے ہیں [illegible] عطار نے [illegible] (جلد ۲ ص ۲۳۲، ۲۳۱) [illegible] روایت [illegible]

[illegible] شیخ ابوسعید ابوالخیر [illegible]

قشیری [illegible] مریدوں [illegible]

[illegible] استاد نے اپنے [illegible]

[illegible]

[illegible] شیخ [illegible]

[illegible] ابوسعید [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

شخص ابوسعید کی مجلس میں جانے کا وہ بدنصیب یا مردود ہے۔ اسی شب میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور کہیں تشریف لیے جا رہے ہیں۔ عرض کی کہ حضور یارسول اللہ کہاں کا قصد ہے۔ ارشاد ہوا کہ "مجلس ابوسعید" کا۔ کہ جو شخص وہاں حاضر نہ ہوگا وہ بدنصیب یا مردود ہے۔" استاد کہتے ہیں کہ بیدار ہوئے اور وہ خود کر کے شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ شیخ ابوسعید [illegible] دیکھی تو پھر ایک بار بدگمانی پیدا ہوئی اور دل میں خیال گزرا کہ شیخ علم و فضل میں مجھ سے [illegible] حاصل ہوا۔ شیخ پر استاد کے اس خطرہ کا کشف ہوا [illegible] کی واقعات کا چند دیا [illegible] کیا اب استاد کے شبہات دور ہو گئے اور طبیعت بالکل صاف [illegible] ابوسعید کی مجلس میں حاضر نہ ہو وہ [illegible] یا مردود ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۲۔ التصانیف

کتاب کا پورا نام رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف ہے۔ متاخرین نے اکثر صرف الرسالہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ سال تصنیف کی تصریح خود دیباچہ میں موجود ہے۔ ۴۳۷ھ گویا شیخ علی ہجویری کی فارسی کتاب کشف المحجوب سے چند سال قبل تصوف کے موجودہ قدیم ذخیرہ میں [illegible] اس رسالہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ [illegible] کے نصیب میں آیا ہے [illegible] پہلے لکھی ہے جس کو تصوف کی قدیم ترین کتاب سمجھا جاتا تھا۔

رسالہ کی مخاطب ممالک اسلامی کی معاصر جماعت صوفیہ ہے۔

کتبہا الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبد الکریم	اس رسالہ کو فقیر عبد الکریم بن ہوازن قشیری
ابن ہوازن القشیری الی جماعۃ	نے اسلامی ممالک کی جماعت صوفیہ کے
الصوفیۃ ببلدان الاسلام (ص۳)	نام لکھا ہے۔

ارکان جماعت کے نام [illegible] ایک کھلا خط ہے۔ جس میں مخاطبین سے [illegible] حاضر میں ہے۔ سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ صوفیہ متقدمین دنیا سے رخصت

Marfat.com

ہو چکے۔ ان کے طور طریقے بھی ان کے ساتھ ناپید ہو گئے۔ اب بجائے ان کے جو لوگ ہیں اور ان کی نیابت کے مدعی ہیں وہ عبادات کے تارک ہیں اور غفلتوں اور شہوتوں میں مبتلا

اعلموا ان المحققين من هذه الطائفة
انقرض اكثرهم ولم يبق في زماننا
هذا من هذه الطائفة الا اثرهم
حصلت الفترة في هذه الطريقة
لا بل اندرست الطريقة بالحقيقة
مضى الشيوخ الذين كانوا بهم
اهتداء وقل الشباب الذين كان
لهم بسيرهم وسنتهم اقتداء وزال
الورع وطوى بساطه واشتد الطمع
وقوى رباطه وارتحل عن القلوب
حرمة الشريعة فعدوا قلة المبالاة
بالدين اوثق ذريعة ورفضوا التمييز
بين الحلال والحرام ودانوا بترك
الاحترام وطرح الاحتشام واستخفوا
باداء العبادة واستهانوا بالصوم والصلاة
وركضوا في ميدان الغفلات وركنوا
الى اتباع الشهوات

اس طبقہ کے جو محققین تھے ان میں سے
اکثر اٹھ گئے۔ اور ہمارے زمانہ میں ان
لوگوں کی بس یاد ہی باقی رہ گئی۔
اصل طریقہ گویا مفقود ہی ہو گیا ہے اور
حقیقت کے مسئلے ان میں مٹا
دیا گیا ہے۔ وہ بزرگ باقی [illegible]
جن کی راہ پر چلا جائے۔ اور [illegible]
وہ جوان جن کی سیرت اختیار کی
جائے زہد و تقویٰ کی بساط ہی [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

اور ستم یہ کہ ان مادی حرکتوں کے باوجود دعویٰ رہی مشیخت و روحانیت کا قائم رہا۔ اور مخالفین کو حقیقت تصوف سے انکار اور منکرین کو مسلک حقیقت پر اعتراض کے موقعے کثرت سے ملنے لگے تو ایسی حالت میں شیخ کو ضروری معلوم ہوا کہ جماعت کی خدمت میں ایسا رسالہ پیش کیا جائے۔ جس میں صوفیہ متقدمین کے صحیح حالات کا بیان اور ان کے اخلاق و عبادات، عقائد و معلومات وغیرہ کی تفصیل ہو۔

فعلقت هذه الرسالة اليكم	ان حالات میں میں نے یہ رسالہ آپ
اكرمكم الله و ذكرت فيها لبعض	لوگوں کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس
سير شيوخ هذه الطريقة في	میں میں نے شیوخ طریقت کی سیرتوں
آدابهم و اخلاقهم و معاملاتهم	کا ذکر کیا ہے۔ جن سے ان کے آداب
وعقائدهم بقلوبهم وما اشاروا	اخلاق، معاملات و عقائد پر روشنی
اليه من مواجيدهم وكيفية ترقيهم	پڑے گی۔ اور ان کے وجد و حال
من بدايتهم الى نهايتهم لتكون	اور ان کی کیفیات ترقی کی جانب
المريدي هذه الطريقة قوة۔	اشارے ہیں۔ تاکہ ان کے مطالعہ سے
(ص۳)	طریقت کے طالبین و سالکین کو قوت
	حاصل ہو۔

رسالہ مصر میں چھپا ہوا چھوٹی تقطیع اور باریک ٹائپ کے ۱۸۶ صفحوں پر آیا ہے۔ ابتداء کے چند صفحات (ص۳-۷) اعتقاد هذه الطائفة في مسائل الاصول پر ہیں۔ اور ان میں اصول توحید و مسائل توحید میں قدمائے صوفیہ کے اقوال درج ہیں۔

باب (۱) کا عنوان في ذكر مشايخ هذه الطريقة وما يدل من سيرهم واقوالهم على تعظيم الشريعة ہے (ص۸-۳۵)

اس میں اسی سے کچھ اوپر بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے ملک اور زمانہ میں کامل اور مسلّم صوفی ہوا ہے۔ مثلاً ابراہیم ادھم۔ فضیل عیاض۔ ذوالنون مصری۔ معروف کرخی۔ سہل تستری۔ سری سقطی، بایزید بسطامی۔ یحییٰ معاذ رازی۔ شقیق بلخی۔

Marfat.com

جنید بغدادی، وغیرہم اور ان کے اقوال اور اعمال دونوں سے یہ دکھایا ہے کہ شریعت کا کتنا اہم درجہ ان حضرات کی نظر میں تھا۔

سب سے پہلے لفظ تصوف و تاریخ کا بیان چند لفظوں میں ہے۔

ان المسلمین بعد رسول اللہ صلی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے
اللہ علیہ وسلم لم یتسم افاضلہم	لیے مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے
فی عصرہم بتسمیۃ علم سوی	بڑھ کر بہتر اور افضل نہیں ہو سکتا تھا
صحبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	چنانچہ اس وقت کے افاضل اسی
اذ لا فضیلۃ فوقہا فقیل لہم	لقب سے موسوم ہوئے [illegible] کے
الصحابۃ ولما ادرک اہل العصر	بعد جب دوسری نسل آئی تو ان صحابیوں
الثانی سمی من صحب الصحابۃ	کے صحابیوں کے لئے تابعین کی [illegible]
التابعین ورأوا ذلک اشرف سمۃ	[illegible]
ثم قیل من بعدہم اتباع التابعین ثم	والے تبع تابعین [illegible]
اختلف الناس وتباینت المراتب	کے بعد جب [illegible]
فقیل لخواص الناس ممن لہم	اور لوگ [illegible]
شدۃ عنایۃ بامر الدین الزہاد	[illegible]
والعباد ثم ظہرت البدع وحصل	[illegible]
التداعی بین الفرق فکل فریق ادعوا	[illegible]
ان فیہم زہادا فانفرد خواص اہل	[illegible]
السنۃ المراعون انفاسہم مع اللہ	[illegible]
تعالی الحافظون قلوبہم عن طوارق	[illegible]
الغفلۃ باسم التصوف و	[illegible]
اشتہر ہذا الاسم لہؤلاء	[illegible]
الاکابر قبل المائتین من	[illegible]

Marfat.com

الهجرة - ۱ نت ۱	کی اصطلاح قائم کی اور ہجرت کو ابھی دو صدیاں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے اکابر کے لئے مخصوص ہوگیا۔

اس کے بعد اکابر طریقت کی حکایتیں اور اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کیا چیز تھی۔ اور اب اس سے موجودہ گدی نشینوں کی رسوم پرستی کو کچھ بھی علاقہ رہ گیا ہے۔

بشر حافی جس پایہ کے امام طریقت گزرے ہیں۔ سب کو معلوم ہے۔ ان کی بابت یہ انہی کی زبانی درج ہے۔

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی یا بشر تدری لم رفعک اللہ من بین اقرانک قلت لا یا رسول اللہ قال باتباعک بسنتی وخدمتک للصالحین ونصیحتک لاخوانک ومحبتک لاصحابی واهل بیتی هو الذی بلغک منازل الابرار۔ (ص ۱۱)	میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ ارشاد ہوا اے بشر تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے تمہارے معاصرین میں تمہاری اتنی عزت افزائی کیوں کی؟ عرض کیا کہ نہیں معلوم۔ ارشاد ہوا کہ میری سنت کی پیروی، صالحین کی خدمت گزاری، اپنے بھائیوں کی خیر اندیشی اور میرے اصحاب اہل بیت کیساتھ محبت کی بناء پر۔ بس یہی چیزیں ہیں جنہوں نے تجھے ابرار کے مرتبہ پر فائز کردیا۔

بایزید بسطامی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مرتبہ تک کیونکر پہنچے؟ بولے "بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ذریعے سے" انہی بایزید کو شورش و سرمستی کے باوجود اتباع سنت سے اس قدر انہماک تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ وہ میرے کھانے کی خواہش اور عورت کی خواہش کو مردہ کردے۔ معاً یہ خیال آگیا کہ جس شے کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے نہیں کیا۔ میں اسے کیوں کر طلب کروں۔ اور اس دعا سے باز رہا۔ اس احترام سنت نبویؐ کا صلہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ازخود خواہش نساء کو میرے لئے اس قدر مردہ کر دیا کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت برابر ہیں۔ (صفحہ ۱۲۱)

حاتم اصم فرماتے ہیں کہ صبح شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے کہ تیرا کھانا کیا ہے، لباس کیا ہے اور سکونت کہاں ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے۔ انہی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں ہوتیں؟ جواب دیا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ رات ہونے تک دن خیریت سے گزر جائے۔ لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس روز معاصی الٰہی کا ارتکاب نہ ہو۔ (صفحہ ۱۲۶)

شیخ ابوالحسن احمد دارانی سے منقول ہے کہ اتباع سنت نبوی سے باہر جو کوئی بھی عمل کیا جائے باطل ہوگا۔ (صفحہ ۱۳۱)

جنید بغدادیؒ سید الطائفہ کہلاتے ہیں۔ ان کے اقوال ذیل آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں:۔

"ہم نے تصوف کو قیل و قال کے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ گرسنگی، ترک دنیا اور ترک مرغوبات و مالوفات سے حاصل کیا ہے۔"

"خلق پر تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں بجز اس کے کہ سنت نبوی کے نقش قدم پر چلا جائے۔"

"ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ و سنت رسول کا پابند ہے۔"

"جو شخص کلام الٰہی کا حافظ اور احادیث رسول کا عالم نہیں [illegible] باب میں درست نہیں، اس لئے کہ ہمارا مسلک [illegible] مقید ہے۔" (صفحہ ۱۴۱)

شیخ داؤد رقیؒ کا قول ہے کہ تمہارا دنیا میں سب سے زیادہ [illegible] شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات کے ضبط پر قدرت [illegible]

اور اللہ سے محبت رکھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی طاعتوں کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کے رسولؐ کی راہ پر چلا جائے۔ (ص ۲۵)

غرض اسی طرح باب میں جتنی حکایات اور اقوال نقل کیے ہیں۔ ان کا حاصل صرف یہ چند چیزیں ہیں:۔ تعظیم شریعت، علم قرآن وحدیث، اتباع سنت نبوی، ترک لذات، قطع علائق، لزوم عبادات ومجاہدات۔

باب (۲) کا عنوان ہے۔ فی تفسیر الفاظ تدور بین ھذہ الطائفۃ و بیان ما یشکل منھا۔ (ص ۳۱-۵۷)

اس میں مصطلحات تصوف کی توضیح وتشریح ہے۔ مثلاً وقت، مقام، حال، قبض، بسط، ہیبت، انس، تواجد، وجد، وجود، جمع، فرق، فنا، بقا، غیبت، حضور، صحو و سکر وغیرہ۔

محو واثبات دو ایک تعریفوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

المحو رفع اوصاف العادۃ و الاثبات اقامۃ احکام العبادۃ فمن نفی عن احوالہ الخصال الذمیمۃ واتی بدلھا بالافعال والاحوال الحمیدۃ فھو صاحب محو واثبات۔ (ص ۳۵)	محو نام ہے صفات عادی کے ادا ہو جانے کا اور اثبات نام ہے احکام عبادت کے قائم ہو جانے کا۔ پس جس نے اپنے احوال سے صفات بد کو دور کر دیا اور ان کے بجائے افعال و احوال حمیدہ پر قائم ہو گیا وہ صاحب محو واثبات ہے۔

تلوین وتمکین

التلوین صفۃ ارباب الاحوال والتمکین صفۃ اھل الحقائق فما دام العبد فی الطریق فھو صاحب تلوین لانہ یرتقی من حال الی حال ینتقل من وصف الی وصف ویخرج من مرحل و	تلوین اہل حال کی صفت ہے اور تمکین اہل حقیقت کی۔ بندہ جب تک راستے ہی میں ہے۔ برابر ایک حال سے دوسرے حال میں ترقی اور ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس لئے صاحب تلوین کہلاتا ہے۔ پھر جب راست

Marfat.com

یتصل فی مربع فاذا وصل	نکل کر منزل وصفت تک پہونچ جاتا ہے۔
تمکن۔ (ص ۴۱)	تو اسے تمکین حاصل ہو جاتی ہے۔
شریعت وحقیقت — الشریعۃ امر بالتزام	شریعت نام ہے، التزام حکم عبودیت کا
العبودیۃ والحقیقۃ مشاہدۃ	اور حقیقت نام ہے مشاہدہ ربوبیت کا۔
الربوبیۃ فکل شریعۃ غیر	پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید
مؤیدۃ بالحقیقۃ فغیر مقبول	حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے۔ اور جو
وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشریعۃ	حقیقت شریعت کی پابند نہیں وہ لاحاصل ہے۔
فغیر محصول۔ (ص ۴۳)	

اس کے بعد احوال، مقامات و مسائل تصوف سے متعلق جتنے اہم عنوانات ہو سکتے ہیں۔ سب پر الگ الگ ایک باب باندھا ہے اور اس پر قرآن مجید، احادیث رسول اور اقوال اکابر سلف کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ ان بابوں کی تعداد پچاس ہے (ص ۴۵۔۱۵۱)

چند عنوانات ملاحظہ ہوں:-

باب التوبۃ۔ باب المجاہدۃ۔ باب الحزن۔ باب الجوع وترک الشہوۃ باب مخالفۃ النفس۔ باب الحسد۔ باب القناعۃ۔ باب الذکر۔ باب الجود والسخا۔ باب الغیرۃ۔ باب الصحبۃ۔ باب السماع۔

یہ تمام باب اختصار کے باوجود جامعیت کا وصف رکھتے ہیں۔ ان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر باب کا آغاز قرآن مجید ہی کی کسی آیت سے ہوتا ہے اور یہ گویا ایک عملی دلیل ہے مصنف کے اس دعویٰ کی کہ سلوک کا اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔ چند ابواب کی ابتدائی آیات ملاحظہ ہوں:-

باب الحزن۔ قال اللہ عزوجل وقالوا الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن۔

باب التقویٰ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

باب الیقین۔ قال اللہ تعالیٰ۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون۔

Marfat.com

باب الصبر۔ قال اللہ تعالیٰ۔ واصبر وما صبرك الا باللہ۔

باب الفتوۃ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم وزدناہم ھدی۔

باب الحیاء۔ قال اللہ تعالیٰ۔ الم یعلم بان اللہ یری۔

ان عنوانی آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کو قرآن مجید سے استنباط نکات میں ملکہ حاصل تھا۔ آیات قرآنی کے بعد احادیث نبوی کو رکھا ہے اور جس باب سے متعلق کوئی صریح واضح آیت قرآنی نہ مل سکی وہاں حدیث سے شروع کیا ہے اور یوں عملاً بھی ظاہر کر دیا کہ تصوف اسلامی کے ماخذوں میں قرآن مجید کے بعد دوسرا درجہ حدیث رسولؐ کا ہے۔

کتاب کا باب (۵۱) باب السماع پر ختم ہوتا ہے۔

باب (۵۲) اثبات کرامات الاولیاء پر ہے۔ (ص ۱۵۱-۱۵۶)

یہ باب متعدد فصلوں میں تقسیم ہے اور ان میں کرامت کے امکان و وقوع، شرائط وقوع وغیرہ پر گفتگو ہے۔

باب (۵۳) کا عنوان باب رویا النوم ہے۔ (ص ۱۵۶-۱۶۰)

اس میں آیت نوم، رویائے صالحہ، پریشان خوابی اور مسائل متعلقہ پر تفصیلی بحث ہے۔

باب (۵۴) باب وصیۃ للمریدین ہے۔ (ص ۱۶۰-۱۹۶)

کتاب کا سب سے بڑھ کر قابل غور باب یہی ہے اور اس لحاظ سے سب سے زیادہ اہم بھی، کہ سابق کے ابواب میں تو عموماً اقوال و حکایات کی نقل پر اکتفا کی گئی ہے لیکن اس باب میں شیخ نے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر مریدین و طالبین کے لئے کچھ ہدایتیں اور نصیحتیں تحریر کی ہیں۔ اس باب کو کتاب کا خلاصہ یا نچوڑ اور مکتب تصوف کا دستور العمل سمجھنا چاہیے۔

یہ باب چھوٹی چھوٹی فصلوں میں تقسیم ہے اور ہر فصل میں کسی اہم حقیقت یا نصیحت کو مختصر لفظوں میں قلمبند کر دیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(الف) وبناء ھذا الامر وملاکہ علی حفظ آداب الشریعۃ وصون الید عن المد الی الحرام والشبھۃ

تصوف کی ساری بنیاد اسی پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی رہے، حرام و مشتبہ چیزوں سے دست کشی کی جائے

وحفظ الحواس عن المحظورات وعد الانفاس مع الله تعالى من الغفلات۔ (ص۱۵)

ناجائز اوہام وخیالات سے حواس کو آلودہ نہ کیا جائے اور غفلتوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزاری کی جائے۔

(ب) ومن شان المريد دوام المجاهدة في ترك الشهوات فان من وافق شهوته عدم صفوته واقبح الخصال للمريد رجوعه الى شهوة تركها لله تعالى (ص۱۱۵)

مرید کو ترک شہوات کے مجاہدہ میں دائما مشغول رہنا چاہیئے۔ خواہشوں کی پابندی اور روح کی پاکیزگی کا ساتھ نہیں ہو سکتا اور مرید کے لئے یہ بدترین پستی ہے کہ جس خواہش کو اللہ کیلئے چھوڑ دیا، اس کی جانب پھر رجوع کرے۔

(ج) ومن شان المريد حفظ عهوده مع الله تعالى فان نقض العهد في طريق الارادة كالردة عن الدين لاهل الظاهر۔ (ص[illegible])

طالب کو اس کی بڑی احتیاط چاہیئے کہ جس بات کا عہد اللہ تعالیٰ سے کرے اسے نہ توڑے کہ حقیقت میں نقض عہد کا [illegible] درجہ ہے جو شریعت میں ارتداد کا ہے۔

(د) ومن شان المريد قصر الامل فان الفقير ابن وقته فاذا كان له تدبير في المستقبل وتطلع لغير ما هو فيه من الوقت وامل فيما يستأنفه لا يجيء منه شئ (ص[illegible])

طالب کو چاہیئے کہ دامان آرزو [illegible] [illegible]

(ہ) ولا ينبغي للمريد ان يعتقد في المشايخ العصمة بل الواجب ان يذرهم واحوالهم فيحسن بهم الظن (ص[illegible])

[illegible]

(و) ومن شان المريد التباعد عن ابناء الدنيا فان صحبتهم سم

[illegible]

مجرب لانهم منتفعون به وهو	سمجھنا چاہئے۔ زاہد تقرب الٰہی کے لئے
ينتقص بهم وان الزهاد يخرجون	مال کو اپنے پاس سے دور کرتے رہتے
المال عن الكيس تقربا الى الله تعالى	ہیں اور صوفی تحقق الٰہی کی غرض سے
واهل الصفاء يخرجون الخلق والمعارف	خلائق سے اپنے قلب کو خالی کرتے
من القلب تحققاً بالله تعالى۔ (ص۱۲۶)	رہتے ہیں۔

از) خوش گل لڑکوں اور مردوں سے دوستی آج کل کی نہیں۔ اس زمانہ کا یہ مرض ہے۔ جائز کرنے والوں کو نفس نے عجیب عجیب تاویلیں سجھادی ہیں۔ شیخؒ کی تحقیق میں۔

اصعب الآفات فی هذه الطريقة۔	یہ سخت ترین خطرۂ راہ ہے۔

شیخؒ اس پر بہت زور سے متنبہ کرتے ہیں اور ڈراتے ہیں کہ بالفرض سالک رتبۂ شہداء تک پہنچ گیا ہو۔ تو اس عمل کی بے برکتی سے سب کچھ چھین جاتا ہے اور اس کی پوری طرح رسوائی ہو کر رہتی ہے۔ ذیل میں ان کے بیان کی صرف دو ابتدائی سطریں بلا ترجمہ درج کی جاتی ہیں۔

ومن اصعب الآفات فی هذه الطريقة صحبة الاحداث ومن ابتلاه الله تعالى بشئ من ذلك فباجماع الشيوخ ذلك عبد اهانه الله عزوجل وخذله بل عن نفسه شغله ولو بالف الف كرامة اهله وهب انه بلغ رتبة الشهداء۔ (ص۱۲۸)

Marfat.com

باب ۴ ؎

فتوح الغیب

(شیخ عبد القادر محی الدین جیلانیؒ)

۱۔ مصنف

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صوفیۂ کرام کے سارے سلسلوں میں شہرت عام اور مقبولیت عام سب سے زیادہ کس کے حصے میں آئی ہے تو تعجب نہیں کہ متفقہ طور پر نام حضرت شیخ جیلانی ہی کا زبانوں پر آ کر رہے۔ دوسرے بزرگوں کے حلقے بہت محدود ہیں۔ شیخ جیلانی کا نام خواص و عوام سب کی زبان پر ہے، مختلف ناموں اور تعظیمی لقبوں کے ساتھ "غوث اعظم" "محبوب سبحانی" غرض متعدد چلتے ہوئے نام اور لقب ہیں۔ آپ کا زمانہ قدماء صوفیہ کا آخر زمانہ تھا، اس لئے بھی آپ کے ارشادات اور زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

اسم مبارک عبد القادر تھا۔ کنیت ابو محمد، محی الدین لقب قرار پایا۔ متاخرین نے فرط عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا۔

سیادت نسبی دونوں طرف سے حاصل تھی۔ والد ماجد کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت حسنؓ تک پہنچتا ہے، اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا حضرت حسینؓ تک پہنچتا ہے۔

؎ ماخذ: (۱) نشر المحاسن الغالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ از عبد اللہ یافعی الیمنی (۲) قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر از محمد بن یحییٰ حلبی (۳) طبقات الکبریٰ از شیخ عبد الوہاب شعرانی (۴) اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۵) نفحات الانس از جامی (۶) سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ (۷) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مقالہ عبد القادر۔

Marfat.com

نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہے۔ سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔

ولادت باختلاف روایت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ مولد نواح طبرستان میں قصبۂ جیلان ہے۔ اسی کو گیل و گیلان بھی کہتے ہیں۔ سال وفات میں کوئی اختلاف نہیں ۵۶۱ھ ہے۔ عمر شریف ۹۰ سال کی ہوئی۔ ماہ ربیع الثانی بھی سب کو مسلم ہے۔ البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔ ۹ ربیع الثانی۔ ۱۰ ربیع الثانی۔ ۱۱ ربیع الثانی۔ ۱۳ ربیع الثانی۔ ۱۷ ربیع الثانی سب نقل ہوئی ہیں۔ دار اشکوہ نے ان سب کو چھوڑ کر ۹ ربیع الثانی کو اختیار کیا ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں بغداد آئے۔ عمر کا بیشتر حصہ یہیں گزارا۔ یہیں وفات پائی۔ یہیں مدفون ہوئے۔

سلسلۂ تعلیم کی ابتداء قرآن مجید سے ہوئی۔ حفظ کیا۔ پھر ادب و فقہ و حدیث کی تعلیم اور باضابطہ تکمیل اپنے زمانہ کے کامل استادوں اور ماہرین فن سے کی۔ نظر کی وسعت اور علم کے تبحر کی گواہ خود آپ کی دونوں کتابیں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب ہیں۔ فقہ میں مسلک احمد بن حنبل پر تھے۔ تدریس، فتویٰ نویسی اور وعظ گوئی کے مشغلے سالہا سال جاری رہے۔ ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری میں شاگردی کی۔ استفتے دور دور سے آتے۔ آپ برجستہ جواب تحریر کرا دیتے۔

طریق باطنی کی تعلیم شیخ حماد، قاضی ابو سعید مبارک مخزومی اور شیخ ابو یوسف یعقوب ہمدانی سے پائی۔ شیخ خرقہ قاضی ابو سعید مخزومی تھے۔ شیخ صحبت شیخ حماد سے نسبت ارادت براہ راست سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اور اہل تذکرہ کا بیان ہے کہ انوار و فیوض کا نزول براہ راست خواجہ عالم کی سرکار سے ہوتا تھا۔

تذکروں میں کرامت اور خرق عادت کے واقعات اس کثرت سے مذکور ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کے ہوں۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ شیخ کی کرامتوں کی تعداد حد شمار سے خارج ہے اور اکثر تواتر یا تقریباً تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

دار اشکوہ کے الفاظ، بہت کچھ لکھنے کے باوجود یہ ہیں۔

اگر آنچہ از آنحضرت در ایام حیات	حضرت سے جو واقعات زندگی میں صادر
بظہور رسیدہ و آنچہ الحال نیز	ہوتے رہے۔ اور جو آج بھی مشاہدہ

Marfat.com

مشاہدہ نمودہ می شود می گفتم کتاب کلانے می شود۔

میں آرہے ہیں۔ ان سب کو جمع کیا جائے تو کتاب ضخیم ہو جائے۔

شیخ عبدالحق دہلوی، حضرت کے ایک معاصر بزرگ شیخ علی ہیتی کی شہادت نقل کرتے ہیں کہ

ندیدم ہیچ یکے از اہل زمان خود را اکثر الکرامات از شیخ عبدالقادر ہر وقت ہر کہ از خواہد کہ از وے کرامتے مشاہدہ کند می کند و خوارق ظاہر گردد گاہے از وے گاہے در وے گاہے بوے۔

انھوں نے اپنے زمانہ میں کسی کو شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر صاحب کرامت نہیں پایا جس وقت جو ان سے کرامت کا مشاہدہ کرنا چاہے کر لیتا ہے۔ خرق عادت کبھی خود انہی سے ظاہر ہوتی ہے کبھی ان کے متعلق اور کبھی ان کے ذریعہ سے۔

آپ کی والدہ ماجدہ ایک ایسی کرامت کا ذکر کرتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولایت مادر زاد تھی۔ فرماتی ہیں کہ [illegible] سے [illegible] کا یہ التزام تھا کہ رمضان [illegible] دن میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ اتفاقاً ۲۹ شعبان کو ابر تھا۔ چاند دکھائی نہ دیا۔ دوسرے دن اس بچہ نے دودھ نہ پیا۔ آخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ چاند ہو گیا تھا اور [illegible] رمضان تھا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ بچپن کا زمانہ تھا، آپ [illegible] کھیل رہے تھے [illegible] کی دم پکڑ کر کھینچی، وہ قدرت حق سے گویا ہوئی اور پلٹ کر اس نے کہا اے عبدالقادر تو دنیا میں اس غرض سے نہیں بھیجا گیا [illegible] دیا [illegible] بالا خانہ سے [illegible] اور [illegible] ماجدہ سے آکر عرض کی [illegible] اجازت دیجئے بغداد جاؤں [illegible] نے سبب پوچھا۔ کل واقعہ ان سے بیان کیا [illegible] ایک تھیلی [illegible] اسی دینار [illegible] کہا [illegible] تمہارے حوالہ [illegible]

نہ چھوڑنا۔ جاؤ تمہیں اللہ کو سونپا۔ اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملو گے"۔

راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا۔ ہر شخص مال چھپانے۔ جان بچانے کی فکر میں ہوا۔ اس سعادت مند فرزند اور اللہ کے برگزیدہ بندہ نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان کر دیا۔ قزاق راست بازی اور دیانت کی اس کرامت پر دنگ رہ گئے۔ آخر اپنے پیشہ سے تائب ہو کر داخل بیعت ہوئے۔

منزل صدق میں شاید اسی قیام واستقامت کا یہ نتیجہ نکلا کہ آگے چل کر وہ مرتبہ اعظم حاصل ہوا۔ جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے اور رہروؤں کے لئے تو کیا۔ اچھے اچھے رہبروں اور رہنماؤں تک کے لیے باعث رشک۔ فرماتے تھے کہ جب تک ہنسنے کا حکم نہیں ملتا نہیں ہنستا ہوں۔ جب تک کھانے کا حکم نہیں ملتا، نہیں کھاتا ہوں۔ جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا نہیں بولتا ہوں۔

تصانیف متعدد چھوڑیں۔ مندرجہ ذیل یا تو خود موجود ہیں یا ان کے نام دوسری کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(۱) غنیۃ الطالبین	فقہ حنبلی کی مشہور کتاب
(۲) فتوح الغیب	فن سلوک پر
(۳) الفتح الربانی	مجموعہ مواعظ
(۴) جلاء الخاطر	یہ سب نام مارگولیتھ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مقالہ "عبدالقادر محی الدین جیلانی" کے تحت ذیل درج کئے ہیں۔
(۵) الیواقیت والحکم	
(۶) الفیوضات الربانیہ	
(۷) حزب بشایر الخیرات	
(۸) المواہب الرحمانیہ	

مارگولیتھ جس نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سب کتابیں شیخ کے فضل وکمال تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کی زبردست گواہ ہیں۔

Marfat.com

بادشاہوں سے ہدیہ نہیں قبول فرماتے تھے، ان کے علاوہ اگر کوئی شخص تحفہ لے آتا تو قبول فرما لیتے، اور اسی وقت حاضرین میں تقسیم فرما دیتے، ایک روز خلیفۂ وقت المستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرفیوں کے دس توڑے پیش کیے، حسب معمول انکار فرمایا۔ ادھر سے اصرار بڑھا، شیخ نے ایک توڑا اپنے داہنے ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دونوں کو رگڑا، تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا، خلیفہ سے ارشاد ہوا کہ "اللہ سے شرم نہیں آتی، کہ انسان کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کر کے میرے پاس لاتے ہو" راوی کا بیان ہے کہ خلیفہ پہ اتنا اثر پڑا کہ غشی کی نوبت آگئی۔

خلیفۂ وقت یا کسی صاحب ثروت کے ہاں جانے کی عادت نہ تھی، اور نہ امراء کی تعظیم فرماتے۔ اگر خلیفہ کی آمد سنتے تو مکان کے اندر تشریف لے جاتے اور کچھ دیر بعد باہر نکل کر آتے، تاکہ خلیفہ کی تعظیم کے لیے اٹھنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو۔ جب خلیفہ سے کسی بات کی ضرورت پیش آتی تو یوں تحریر فرمایا جاتا، کہ عبدالقادر کا حکم ہے [illegible] اور اس کا ارشاد تیرے اوپر نافذ ہے۔ خلیفہ ان تحریروں کو لے کر اور آنکھوں پر رکھ دیتا۔

صحیفۂ زندگی کی ہر سطر احکام شریعت کے مطابق واقع تھی، وعظ بیان فرماتے تو قرآن مجید کی آیات، مکتوب تحریر فرماتے تو بھی اسی پر ختم [illegible] ہدایت [illegible] سب سے زیادہ زور پابندی شریعت اور پیروی سنت پر ہوتا، وفات [illegible] عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے سیف الدین عبدالوہاب نے وصیت کی درخواست [illegible] فرمائی، ارشاد ہوا،

عليك بتقوى الله وطاعته ولا	[illegible]
تخف احدا ولا ترج [illegible]	[illegible]
الى الله واطلبها منه ولا تثق	[illegible]
باحد سوى الله فذا التوحيد	[illegible]
التوحيد التوحيد اجماع [illegible]	[illegible]
	[illegible]

Marfat.com

عبادتوں اور ریاضتوں کی کثرت کا اندازہ ان روایتوں سے ہو سکتا ہے کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشاء پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحرا میں اس تنہائی سے بسر کی کہ انسان کی شکل بھی نہیں دیکھی،

سالہا سال کی عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے بہت بڑا نور نظر آیا جو دیکھتے دیکھتے سارے افق پر چھا گیا، اس میں سے آواز آئی، اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تیرے لئے حرام چیزوں کو حلال کر دیا" میں نے لاحول ولا قوۃ پڑھ کر کہا دور ہو ملعون، بس وہ نور تاریکی میں تبدیل ہوگیا اور اس میں سے آواز آئی "عبدالقادر تو اپنے علم کی قوت سے مجھ سے بچ گیا، ورنہ میں تجھ جیسے ستر کاملوں کو گمراہ کر چکا ہوں" میں نے کہا ملعون تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی قوت سے بچ گئے، حالانکہ مجھے بچانے والی میری کوئی بھی قوت نہیں، محض اللہ کا فضل وکرم ہے:

ذوق عبادت اور غلبۂ خشوع وتواضع کا اندازہ گلستاں کی حکایت ذیل سے ہوگا۔

عبدالقادر جیلانی را دیدند رحمۃ اللہ	عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ کو لوگوں نے
علیہ در حرم کعبہ روے بر حصا	دیکھا، آپ حرم شریف میں
نہادہ بود و می گفت اے خداوند	سنگریزوں پر منہ رکھے ہوئے عرض کر
بنخشاے واگر مستوجب عقوبتم	رہے تھے کہ اے خداوند مجھے بخش دے،
مرا بروز قیامت نابینا برانگیز	اور اگر میں لائق عذاب سمجھا جاؤں تو
تادر روے نیکاں شرمسار نباشم	قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھانا تاکہ تیرے
(باب ۲ حکایت ۳)	نیک بندوں کے سامنے
	شرمندہ نہ ہوں

صاحب گلستان شیخ سعدیؒ کا زمانہ حضرت جیلانیؒ سے کچھ ہی بعد کا تھا، اور شیخ حضرت گیلانیؒ کے ایک واسطہ سے مرید بھی تھے، یعنی شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے، اور حضرت سہروردیؒ حضرت گیلانیؒ کے خلیفہ تھے۔

Marfat.com

۲۔ تصنیف

فتوح الغیب آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال سے اُدھر دنیا کے لئے خود پردہ غیب میں تھی شیخ سیف الدین عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۱ھ) جب فریضہ حج ادا کرنے گئے تو مکہ معظمہ میں ایک نسخہ اس کتاب کا انہیں شیخ عبدالوہاب المتقی قادری کے ہاں ان کی نظر سے گذرا، ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ بھی انہیں مل گیا، فتوح الغیب عربی میں تھی شیخ نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا، کہ وہی اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان تھی، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح بھی لکھی فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ ہی کے ترتیب اور تہذیب دیئے ہوئے نسخہ کی نقل ہے، لکھنو اور لاہور سے ان کی شرح کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

کتاب حمد و نعت کے بعد اٹھہتر مختصر مقالوں میں تقسیم ہے۔ آخر میں چند ورق مصنف کے حالات، مرض، وفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کئے ہیں۔

(۱) مقالہ اول (صفحہ ۱۰۹) تعمیل اوامر، اجتناب نواہی و رضا بالقضا پر ہے، فرماتے ہیں

لابد لکل مومن فی سائر احوالہ	ہر مومن کے لئے ہر حال میں یہ تین
من ثلثۃ اشیاء امر یمتثلہ و	چیزیں لازمی ہیں ایک یہ کہ حکم الٰہی
نہی یجتنبہ و قدر یرضی بہ	کی تعمیل کرے، دوسرے یہ کہ نواہی سے
فاقل حالۃ لا یخلو المومن	بچتا رہے، تیسرے یہ کہ قضائے الٰہی پر
فیہا من احد ہذہ الاشیاء الثلثۃ	راضی رہے۔ پس مومن کے لئے کم سے کم
	مرتبہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں [illegible]

(۲) مقالہ دوم (صفحہ ۱۰) اتباع سنت و ترک بدعت پر ہے [illegible]

اتبعوا ولا تبتدعوا واطیعوا و	[illegible]
تمرقوا ووحدوا ولا تشرکوا	[illegible]
ان یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما	[illegible]
یرید ونزھوا الحق ولا تتہموا	[illegible]

Marfat.com

وصدقوا وتشكروا واصبروا ولا تجزعوا واجتمعوا على الطاعة ولا تتفرقوا ۔

وہی جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے اس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ، اور تصدیق، اسلام کرو اور شکر ادا کرو، صبر سے کام لو اور بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمے رہو اور طاعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔

آگے چل کر اس مقالہ میں یہ تعلیم ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو، اور شب و روز استغفار تقصیر اور رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بار نہ سمجھو۔

(۳) مقالہ سوم (ص۱۴-۱۸) اس بحث سے متعلق ہے کہ ابتلاء و مصیبت سے بندہ کے لئے مقصود کیا ہوتا ہے۔

اس میں بڑی خوبی اور صحت کے ساتھ سالک کی نفسیت کی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ جب انسان پر کسی قسم کا دکھ درد وارد ہوتا ہے، تو سب سے پیشتر وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اس میں کامیاب نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہے، مثلاً سلاطین، امراء، اہل ثروت وغیرہ سے، یا بیمار ہے تو اطباء کی جانب رجوع کرتا ہے، جب اس جگہ بھی ناکام ہو چکتا ہے تو پروردگار عالم کی درگاہ میں دعا و تضرع کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک وہ خود دفع مضرت پر قادر ہے، خلق سے بے نیاز رہتا ہے، جب اپنے تئیں مجبور پاتا ہے، تو خلق کے سامنے دست اعانت دراز کرتا ہے، جب ادھر سے بھی سہارا نہیں رہتا تو خالق کے آستانہ پر جبین نیاز رگڑتا ہے، اور نہایت خشوع و خضوع الحاح و زاری کے ساتھ کبھی امیدوارانہ کبھی مایوسانہ دعا میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جب مشیت الٰہی اس کو اس میں بھی ناکام رکھتی ہے، اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی تو رفتہ رفتہ اس کی نظر میں تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہیں، اور اسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے، اس وقت وہ تعلقات سے آزاد، روح مجرد رہ جاتا ہے، اور اوصاف بشریت، ہوا و ہوس، خواہش، آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اسے اتنی صفائی باطن اور نورانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے کہ اسے ہر فعل کی فاعل ذات خالق ہی نظر آنے لگتی ہے، اور یہ یقین شہودی حاصل ہو جاتا

Marfat.com

ہے کہ تمام موجودات میں فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہر راحت و سکون، ہر خیر و شر، ہر
سود و زیاں، ہر عطا و بخل، ہر کشایش و بندش، ہر موت و حیات، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر عزت و
ذلت، ہر تونگری و افلاس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ قادر مطلق ہی کی قدرت کا ایک
ظہور ہے تا آنکہ یہ سلسلہ معرفت کمال پر جاکر منتہی ہوتا ہے یعنی بندہ کو ہر شے کا مبدا اور مرجع
ذات خداوندی ہی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسرار قدرت اس پر روشن ہونے لگتے
ہیں، وہ خالق ہی کے کان سے سنتا ہے۔ اسی کی حمد و ثنا، شکر و دعا میں لگ جاتا ہے۔

اب ذیل میں باقی پچھتر بابوں میں سے جستہ جستہ کے صرف عنوانات ملاحظہ فرمائیے
اوپر کے مختصر تعارف کے بعد یقین ہے کہ محض "لفافہ" سے "مضمون" کا اندازہ ہو جائے گا۔

(۴)	المقالة الرابعة في مراتب الموت عن الخلق والهوى والارادة۔ (صفحہ ۱۵)	چوتھا باب۔ مخلوقات اور خواہش اور ارادہ کی طرف سے فنا کے مراتب میں۔
(۵)	المقالة الخامسة في تشبيه حال الدنيا واشتغال اهلها بها۔ (صفحہ ۲۲-۲۶)	پانچواں باب۔ دنیا اور دنیا کی طرف اہل دنیا کی مشغولیت کی مثال میں۔
(۶)	المقالة السادسة في الفناء عن الخلق والهوى۔ (صفحہ [illegible])	چھٹا باب۔ مخلوقات اور خواہش سے بے نیازی کے بیان میں۔
(۹)	المقالة التاسعة في بيان الكشف والمشاهدة۔ (صفحہ ۶۲)	نواں باب۔ کشف و مشاہدہ کے بیان میں۔
(۱۰)	المقالة العاشرة في بيان مخالفة النفس۔ (صفحہ ۶۶)	دسواں باب۔ مخالفت نفس کے بیان میں۔
(۱۳)	المقالة الثالثة عشر في التسليم على فعل الله وقدره (صفحہ [illegible])	تیرہواں باب۔ قضا و قدر پر تسلیم و رضا کے بیان میں۔
(۱۶)	المقالة السادسة عشر في [illegible]	سولہواں باب۔ مخلوقات [illegible]

Marfat.com

	عن الاعتماد علی الخلق والاسباب۔ (ص ۹۴-۱۰۰)	پر تکیہ کرنے سے ممانعت کے بیان میں۔
(۱۷)	المقالة السابعة عشر فی معنی الوصول الی اللہ سبحانہ۔ (ص ۱۰۱)	سترہواں باب۔ وصول الی اللہ کے معنی کے بیان میں۔
(۱۸)	المقالة الثامنة عشر فی بیان معنی الرضاء۔ (ص ۱۰۱-۱۱۵)	اٹھارہواں باب۔ رضا کے معنی کے بیان میں۔
(۲۳)	المقالة الثالثة والعشرون فی بیان القناعة۔ (ص ۱۲۳-۱۳۷)	تئیسواں باب۔ قناعت کے بیان میں۔
(۲۷)	المقالة السابعة والعشرون فی بیان الخیر والشر۔ (ص ۱۵۸-۱۶۹)	ستائیسواں باب۔ خیر و شر کے بیان میں۔
(۳۸)	المقالة الثامنة والثلثون فی بیان الصدق والاخلاص فی سبحانہ تعالیٰ۔ (ص ۲۲۷-۲۲۸)	اڑتیسواں باب۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں صدق و اخلاص رکھنے کے بیان میں۔
(۴۸)	المقالة الثامنة والاربعون فی حماقة من اشتغل بالنوافل وعلیہ فرائض۔ (ص ۲۶۴-۲۶۵)	اڑتالیسواں باب۔ اس شخص کی حماقت کے بیان میں جس پر فرائض باقی ہوں اور وہ نوافل میں مشغول ہو جائے۔
(۵۰)	المقالة الخمسون فی الزھد (ص ۲۶۹-۲۸۳)	پچاسواں باب۔ زہد کے بیان میں۔
(۶۱)	المقالة الحادی والستون فی بیان الورع والتقوی۔ (ص ۳۳۱-۳۳۲)	اکسٹھواں باب۔ پرہیزگاری اور تقوی کے باب میں۔
(۶۳)	المقالة الثلثة والستون فی بیان الاخلاص والریا (ص ۳۴۵)	ترسٹھواں باب۔ اخلاص اور ریاکاری کے بیان میں۔
(۷۱)	المقالة الحادی والسبعون فی	اکہترواں باب۔ مصیبتوں پر صبر کے

Marfat.com

الصبر مع البلاء ـ (ص ۳۷۹-۳۸۴)	بیان میں ۔
(۷۸) المقالة الثامنة والسبعون فی بیان الخصال العشرة لارباب المحاسبة والمجاهدة (ص ۳۸۴ و ۳۸۶)	اٹھترواں باب ۔ اہل محاسبہ و مجاہدہ کی دس خصلتوں کے بیان میں ۔

اب ذیل میں متفرق مقامات سے جا بجا اقوال و تعلیمات ملاحظہ کرتے چلیے ۔

باب ۷۵ میں شیخ اپنے فرزند کو وہ دستور العمل بتاتے ہیں جس سے انسان عارف کامل بن سکتا ہے ۔ تمامتر تاکید ہے پابندی شریعت کی اور ضبط نفس اور مجاہدہ اور ادائے حقوق عباد کی ۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

اوصیك بتقوی اللہ وطاعته	میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اور
ولزوم ظاهر الشرع وسلامة	طاعت اختیار کرو ۔ اور احکام شریعت
الصدر وسخاء النفس وبشاشة	کی پابندی لازم رکھو اور سینہ کو خباثت
الوجه وبذل الندی وکف الاذی	نفس سے صاف رکھو اور نفس میں جوانمردی
وحمل الاذی والفقر وحفظ	رکھو اور کشادہ رو رہو ۔ اور دوسروں کو عطا
حرمات المشایخ وحسن العشرة	کرنے کے قابل ہو اور اسے عطا کرتے رہو اور
مع الاخوان والنصیحة للاصاغر	ایذا دہی سے باز رہو اور خود آزار تحمل کرتے
وترك الخصومة مع الارفاق	کرتے رہو اور آداب درویشی بجا لاتے رہو
وملازمة الایثار ومجانبة	اور بزرگوں کی عزت داشت کرتے رہو اور
الادخار ۔ (ص ۲۹۵-۲۹۶)	برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو اور خردوں کو
	نصیحت کرتے رہو اور اپنے رفیقوں سے
	[illegible]
	[illegible]

فقر کی حقیقت دو لفظوں میں بیان فرما دی ہے :

وحقیقة الفقر ان لا تفتقر	فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے ہی جیسے کسی
الی من هو مثلك ۔ (ص ۳۱۶)	دوسرے کے محتاج نہ رہو ۔

طلاق تصوف کا اصطلاحی طور پر انسان کے لئے ممکن ہے ۔ ۲

Marfat.com

والتصوف ما اخذ من القیل و
القال ولکن اخذ من الجوع
وقطع المعروفات والمستحسنات۔

تصوف قیل وقال (بحث وگفتگو) سے نہیں
بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی خوشگوار و
محبوب اشیاء کے ترک سے۔

طریقت کی بنیاد کار ان آٹھ خصلتوں پر ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا مظہر ایک ایک نبی ہوا ہے۔ ان کے نقش قدم کی پیروی طالب سالک کے لئے ناگزیر ہے۔

التصوف مبنی علی ثمان خصال
السخا لابراهیم والرضا لاسحق
والصبر لایوب والاشارة لزکریا
والغربة لیحیی ولبس الصوف
لموسی والسیاحة لعیسی والفقر
لمحمد صلی اللہ علیه وسلم۔

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔
سخاوت ابراہیمؑ پر، رضا اسحاقؑ پر،
صبر ایوبؑ پر، مناجات زکریاؑ پر،
غربت یحییٰؑ پر، خرقہ پوشی موسیٰؑ پر،
تجرد عیسیٰؑ پر اور فقر محمد
صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ بندہ کو اللہ سے قریب کرنے والی کون سی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شے قرب الٰہی پیدا کرتی ہے اس کا ایک درجہ ابتدائی ہے اور ایک انتہائی۔ درجۂ ابتدائی ورع (ممنوعات شرعی سے احتراز) ہے اور درجہ انتہائی رضا و تسلیم و توکل۔ (ص ۲۰۲)

لوگوں نے مدت سے ساری توجہ کا مرکز اوراد و اشتغال یا نوافل کو بنا رکھا ہے اور فرائض و واجبات کو گویا بھلا دیا ہے اور اسی کو درویشی سمجھ رہے ہیں۔ ایسے کم فہم آپ کے زمانہ میں بھی تھے۔ لیکن آپ کا ارشاد ہے:۔

ینبغی للمومن ان یشتغل اولاً
بالفرائض فاذا فرغ منها اشتغل
بالسنن ثم یشتغل بالنوافل فمن
لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال
بالسنن حمق ورعونة فنات

مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض
پر توجہ کرے۔ جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں
کو اختیار کرے۔ اس کے بعد نوافل پر متوجہ
ہو، لیکن جو شخص ابھی فرائض ہی سے
فارغ نہیں ہوا ہے، اس کے لئے سنتوں

Marfat.com

الاشتغال بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم يقبل منه واهين (ص ۲۷۴)

میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہے اسلئے کہ ادائے فرائض کے بغیر سنن و نوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا کرے گا خوار ہوگا۔

فرائض کو چھوڑے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہونے والے کی

فمثله كمثل رجل يدعوه الملك الى خدمته فلا ياتي اليه ويقف بخدمة الامير الذي هو غلام الملك وخادمه وتحت يديه۔

مثال اس شخص کی سی ہے کہ اسے بادشاہ تو اپنے پاس بلا رہا ہو اور وہ بادشاہ کے حضور میں تو نہ جائے۔ بلکہ ایک امیر کی خدمت میں حاضر رہے جو خود بھی اس بادشاہ کا زیر دست اور چاکر اور بندہ ہے۔

نمازی جب تک فرض نہ ادا کرے اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں۔ (صفحہ ۲۰۶)

اسی طرح اس نمازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہو۔ (صفحہ ۲۰۶)

ایک قول اور سن کر کتاب کا ورق الٹ دیجئے ارشاد ہوا ہے کہ شرک صرف بت پرستی کا نام نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا۔ یا اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی طلب کرنا۔ یہ سب شرک میں داخل ہے۔ (صفحہ ۴۳۔۴۴)

Marfat.com

باب ۵[1]

عوارف المعارف

(شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

پورا نام ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد البکری سہروردی ہے۔ عام لقب شیخ الشیوخ تھا، معاصر صوفیہ دُور دُور سے ان سے مسائل دریافت کرتے، اور مباحث تصوف کی تحقیق میں ان سے رجوع کرتے۔

ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی، وفات محرم ۶۳۲ھ میں پائی، گویا ۹۳ سال کی عمر ہوئی، مولد عراق عجم کا قصبہ سہرورد تھا، مزار بغداد میں ہے، قیام عموماً بغداد ہی میں رہا۔

والد ماجد کا نام شیخ محمد قریشی ملتا ہے، سلسلہ نسب ۱۲ واسطوں سے حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے، مرجع خلائق تھے، حضرات صوفیہ میں ایک مسلّم امام سمجھے گئے ہیں، بلکہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ کی طرح ایک مستقل سلسلہ سہروردیہ کے بانی۔

ان کے حقیقی چچا شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ خود ایک مشہور عارف اور صاحب نسبت

---

[1] ماخذ: (۱) نفحات الانس (مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ) مطبوعہ کلکتہ۔
(۲) سفینۃ الاولیاء (شہزادہ دارا شکوہ) مطبوعہ لکھنؤ۔
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ (غلام سرور لاہوری)
(۴) مدینۃ العلوم (ازنیقی)

Marfat.com

بزرگ ہوئے ہیں، پہلے انہی کے مرید ہوئے، اور پرورش بھی انہی کے سایۂ عاطفت میں پائی۔ لیکن طبیعت کا رجحان علم کلام کی جانب تھا۔ فن کی متعدد کتابیں ازبر کرلی تھیں۔ شفیق چچا اکثر اس سے روکتے تھے۔ طبیعت کوئی اثر قبول نہ کرتی۔ ایک روز وہ حضرت شیخ جیلانیؒ کی خدمت میں انہیں ہمراہ لے حاضر ہوئے۔ شیخؒ کا سن وفات ۵۶۱ھ ہے۔ اس لئے شیخ شہاب کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ ۲۰-۲۱ سال کی ہوگی۔ چچا نے راستہ میں فرمایا کہ "دیکھو ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں، جن کا قلب اللہ تعالیٰ کی خبر دیتا ہے۔ ان کے دیدار کی برکتیں حاصل کرنا۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کی کہ "حضرت میرا یہ بھتیجا علم کلام میں مشغول رہا کرتا ہے، ہر چند روکتا ہوں، اثر نہیں ہوتا۔" حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر پوچھا "عمر کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟" انہوں نے نام گنائے۔ حضرت نے سن کر اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر پھیرا۔ روایت کے راویوں نے آگے خود شیخؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"ہاتھ کا پھیرنا تھا کہ بجز ایک لفظ بھی مجھے ان کتابوں کا یاد نہ رہ گیا، خدا نے تمام مسائل کلامیہ میرے دل سے محو کر دیئے اور قلب کو علم لدنی سے لبریز کر دیا۔"

علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ازیقی کے الفاظ ہیں۔

کان فقیہا فاضلا صوفیا ورعا	فقیہ فاضل تھے، صوفی متقی تھے،
زاھدا عارفا شیخا	زاہد عارف تھے، شیخ زمانہ تھے
وقتہ فی علم الحقیقۃ والیہ المنتہی	علم الحقیقت کے شیخ تھے، تربیت
فی تربیۃ المریدین۔	مریدین میں کامل تھے۔

شیخ کے مریدین بکثرت تھے، اور کامل و فاضل ہو جانے خود صاحب سلسلہ ہوئے ہیں، مثلاً شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ نجیب الدین علی بزغش وغیرہم۔

له غالباً اس لئے کہ علم کلام بہر حال دین کی خدمت اور اس کی حفاظت کے لئے ہے اور اس سے ... بجائے فلسفہ کا نام ہوتا تو روایت قرین قیاس ہو جاتی۔

Marfat.com

متعدد تصانیف چھوڑیں، نام صرف چند کے معلوم ہیں،

۱۔ رشف النصائح،

۲۔ اعلام الہدیٰ فی عقیدۃ ارباب التقی،

۳۔ بہجۃ الاسرار (مناقب غوث اعظم)

۴۔ عوارف المعارف

:۔ تصنیف

عوارف المعارف کا سنہ تصنیف ۵۶۰ھ ہے، شیخ اس وقت بہت ہی کم سن تھے، تاہم کتاب کو صوفیہ میں پوری طرح حسن قبول حاصل ہے، اور یہ کتاب ہر طبقہ میں مستند سمجھی گئی ہے، بلکہ متاخرین کے سلوک کے علمی حصہ کا بڑا ماخذ کہنا چاہیئے کہ یہی کتاب ہے، اصل عربی میں متعدد بار چھپ چکی ہے، فارسی ترجمے ایک سے زائد ہو چکے ہیں اردو میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے،

کتاب کے دو حصے ہیں اور ۶۳ باب، ۲۲ باب حصہ اول میں اور ۲۱ حصہ دوم میں،

خطبہ کتاب (آج کی اصطلاح میں، مقدمہ کتاب) میں حمد و نعت کے بعد ہی سبب تالیف یہ بیان کرتے ہیں کہ گروہ صوفیہ میں انحطاط پیدا ہو چلا ہے، ان کے اعمال فاسد ہوتے جاتے ہیں، ان کے نقال بہت سے پیدا ہو گئے ہیں، اتباع کتاب و سنت کا سر رشتہ ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہے، اور خلقت حقیقت تصوف کی جانب سے بدگمان ہو چلی ہے،

اس کے بعد ابواب کتاب کی فہرست درج کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے دستور سے الگ ایک چیز تھی، اور اس کے خاتمہ پر جنید بغدادیؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ

> "ہمارے اس علم (طریقت) کی بساط سالہا سال ہوئے کہ لپیٹ کر رکھ دی گئی، اور ہم اب اس کے حاشیہ پر گفتگو کر رہے ہیں،

خود بہ صد تاسف و حسرت فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

بدا هذا القول منه فی وقته	یہ اس وقت ارشاد ہوا تھا جب کہ
مع قرب العهد بعلماء السلف	وہ وقت علمائے سلف وصلحائے تابعین کے
وصالحی التابعین فکیف بنا مع	قریب تھا۔ تو اب ہمارے زمانہ
بعد العهد وقلة العلماء	کا کیا بیان ہو جب کہ اس قدر زمانہ
الزاهدین والعارفین بحقائق	اور گزر چکا ہے اور علمائے زاہدین اور
علوم الدین۔	حقائق دین کے عارف کم ہو گئے ہیں۔

انحطاط طریق کی یہ صورت ۶۰۰ھ میں تھی۔ آج ۱۳۶۵ھ ہے۔ اس آٹھ سو برس میں پستیاں کتنی حد سے گزر چکیں۔ ان کی تفصیل کے لئے کوئی قلم میں قوت کہاں سے لائے؟

مطالب کتاب کے ایک سرسری و اجمالی اندازہ کے لئے عنوانات ابواب پر جستہ جستہ نگاہ کافی ہوگی۔

(۱) فی ذکر منشاء علوم الصوفیہ (ص ۵-۱۰)

اس میں علم تصوف اور علوم متعلقہ کی ابتدائی تاریخ اور ان کے مبدا اور منشاء کا بیان ہے۔

(۲) فی ذکر تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع (ص ۱۱-۱۶)

اس میں کلام الٰہی اور کلام رسولؐ کے حسن استماع اور اس کی برکتوں کا ذکر ہے۔

(۵) پانچواں باب ماہیت تصوف پر ہے (ص ۲۹-۳۲)

(۶ تا ۹) یہ تین باب تصوف، ملامتی اور متصوفی اہل تصوف پر ہیں (ص ۳۳-۴۲)

(۱۰) یہ باب مرتبہ مشیخت کی شرح میں ہے (ص ۴۳-۴۶)

(۱۲ تا ۱۵) یہ تین باب اہل خانقاہ و اہل سفر کی باہمی نسبت و تعلقات کے بیان میں ہیں (ص ۵۵-۶۲)

(۱۶ تا ۱۹) یہ تین باب صوفیہ کے آداب سفر و قیام اور ان کے متعلقات پر ہیں (ص ۶۳-۸۰)

(۲۱) صوفیہ متجرد و متاہل کے احوال و مقاصد میں (ص ۸۸-۹۱)

Marfat.com

(۲۲) تا (۲۵) یہ چار باب سماع اور اس کے متعلقات کے آداب و شرائط کے نذر ہیں۔ (ص ۹۱-۱۰۹)

(۲۹) و (۳۰) ان دو بابوں میں اخلاق صوفیہ کا بیان ہے (ص ۱۲۰-۱۴۵)

(۳۲) فی آداب الحضرۃ الالہیۃ لاہل القرب۔ (ص ۱۴۷-۱۵۰)

اہل قرب کے آداب حضوری پر ہے۔

یہاں جلد اول ختم ہو گئی، آگے جلد دوم کے صفحات کے نمبر دیے ہیں۔

(۳۳) تا (۳۵) تین باب مقدمات طہارت، وضو اور اسرار وضو کے بیان میں ہیں (ص ۲-۹)

(۳۶) تا (۳۸) نماز اور اس کے فضائل، آداب و اسرار کا بیان ہے۔ (ص ۹-۲۲)

(۳۹) تا (۴۱) روزہ اور اس کے فضائل و اسرار کا بیان ہے (ص ۲۳-۲۷)

(۴۴) آداب و لباس پر ہے (ص ۳۲-۳۷)

(۴۵) تا (۴۶) فضائل شب بیداری پر اور اسباب معین شب بیداری پر ہیں۔ (ص ۳۷-۴۱)

(۴۸) عبادات شب کی تقسیم میں ہے۔ (ص ۴۵-۴۷)

(۵۰) عبادات روز کی تقسیم میں ہے (ص ۵۲-۵۹)

(۵۱) فرائض و آداب مرید پر ہے۔ (ص ۵۹-۶۵)

(۵۲) فرائض و آداب شیخ پر ہے۔ (ص ۶۵-۶۹)

(۵۶) معرفت نفس و مکاشفہ صوفیہ کے بیان میں ہے۔ (ص ۷۹-۸۸)

(۵۸) حال و مقام کی تشریح اور ان کا فرق۔ (۹۲-۹۵)

(۶۰) مقامات کی تفصیل اور اس ضمن میں توبہ، صبر، ورع، فقر، شکر، خوف، رجا، توکل و رضا کا بیان۔ (ص ۱۰۱-۱۱۰)

(۶۱) احوال کی تشریح ہے۔ (ص ۱۱۰-۱۲۱)

(۶۲) بعض مصطلحات صوفیہ کی تشریح، جمع و تفرقہ، تجلی و استتار، غیبت و شہود، وغیرہ کا بیان (ص ۱۲۱-۱۲۶)

(۶۳) فی ذکر شئی من البدایات والنہایات وصحتہا (صفحہ ۱۲۶-۱۳۳)

اکثر اکابر صوفیہ کی طرح شیخ سہروردی بھی کتاب اللہ و سنت رسول پر عبور رکھتے تھے۔

Marfat.com

علوم قرآن کے فاضل اور فقہ و حدیث کے عالم تھے، جو کچھ لکھتے ہیں، اس میں برابر قال اللہ وقال الرسول سے استناد کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جو باب اصولی و تعلیمی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں اکثر کا عنوان ہی کسی آیت یا حدیث کو رکھتے ہیں گویا اس باب میں جو کچھ بیان ہوگا وہ قرآن و حدیث ہی سے مستنبط ہوگا، چند مثالیں اس کی بھی قابل ملاحظہ ہیں۔

باب ۲۵ تقسیم قیام اللیل پر ہے، اس کا عنوان اس آیہ کریمہ کو بنایا ہے۔ والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما۔

باب ۲۶ شرح حال صوفیہ پر ہے، اس کا آغاز اس پورے ارشاد نبوی سے کرتے ہیں۔

قال انس بن مالک قال قال	انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ
رسول اللہ صلعم یا بنی ان غدوت	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تو صبح اور
ان تصبح و تمسی و لیس فی قلبک	شام اس حال میں کر سکو کہ تمہارے دل میں کسی کی
غش لاحد فافعل ثم قال یا بنی و	طرف میل نہ ہو تو ایسا کرو، پھر فرمایا اے فرزند یہ
ذلک من سنتی من احیاء سنتی	سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس
فقد احیانی و من احیانی کان معی	نے خود مجھے زندہ کیا، اور جس نے مجھے زندہ
فی الجنة ۔	وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

باب ۵۴ ادائے حقوق صحبت و اخوت پر ہے، اس عنوان کو زینت آیات ذیل سے دی ہے:۔

۱۔ وتعاونوا علی البر و التقوی۔

۲۔ وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمة۔

۳۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

باب ۵۶ مقامات سلوک پر ہے، اس کے متعلق عنوانات ہیں، مقام ورع کا آغاز اس حدیث سے کرتے ہیں۔ ملاک دینکم الورع

اور مقام خوف کا اس حدیث سے راس الحکمة مخافة اللہ۔

اور مقام رجا کا اس حدیث سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

یقول اللہ عز وجل اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان ثم یقول وعزتی وجلالی لا اجعل من آمن بی فی ساعۃ من لیل او نہار کمن لا یؤمن بی۔

باب ۲ مقدمات و آداب طہارت پر ہے۔ اس باب کا سرنامہ ذیل کی آیہ شریفہ کو بناتے ہیں۔ فی رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔

اس وقت یہ جو عام خیال پھیلا ہوا یا پھیلا دیا گیا ہے کہ تصوف و طریقت دین اسلام سے الگ ایک مستقل نظام مذہبی کا نام ہے اور اس خیال کے پھیلانے والوں میں یورپ کے پڑھے لکھے مستشرق بھی ہیں، تو اس خیال کی کامل اور قطعی تردید کے لئے اس رسالہ کے پچھلے باب بالکل کافی ہیں۔ ان میں طاؤس الفقراء، سراج، شیخ علی ہجویری، امام ابوالقاسم قشیری اور شیخ جیلانی کے حوالوں سے یہ پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ تصوف اپنی اصلی اور خالص صورت میں اسلام سے الگ ہونا تو کجا اسی کی کامل ترین صورت کا نام ہے، اور اس میں بیرونی عنصروں کی آمیزش تو اس وقت شروع ہوئی، جب خود تصوف میں انحطاط شروع ہو چکا تھا، اور دین کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ میں بدعات داخل ہونے لگی تھیں۔

شیخ سہروردی بھی اس باب میں دوسرے اکابر طریقت کے بالکل ہم زبان ہیں۔ ان کے نزدیک تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس براہ راست تعلیمات مصطفوی کا ثمرہ ہے، اور جو شخص اس سرچشمہ رشد و ہدایت سے جتنا زیادہ سیراب ہوا اسی قدر صفائے قلب و تزکیہ نفس سے بھی وہ زیادہ بہرہ اندوز ہوا۔ (عوارف ص۶)

تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم الفرائض، معانی، بیان، لغت و نحو، غرض سارے علوم ظاہر جو فہم شریعت میں کام آتے ہیں، اور بظاہر ضد تصوف سمجھے جاتے ہیں، حقیقتاً وہ سب مقدمات و مبادی طریقت کا کام دے سکتے ہیں۔ (ص ۸)

خلقت کی اصل ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ساری کائنات اسی کے طفیل میں ہے، اور یہی ذات اقدس دنیا میں علم و ہدایت لے کر آئی، پس جو شخص اپنی پاکیزہ خلقی کے لحاظ سے جتنا زیادہ قرب و مناسبت اس جوہر گرامی سے رکھتا ہے اسی قدر وہ علم و ہدایت سے

بہرہ اندوز ہوتا ہے، اور دوسروں کی ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ یہی گروہ، گروہ صوفیہ ہے، یا قرآن کی اصطلاح میں گروہ مقربین۔ (صفحہ ۱۰۹)

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :-

فبشر عباد الذین یستمعون	اے پیمبر! آپ ہمارے ان بندوں کو مژدہ پہنچا
القول فیتبعون احسنه اولئك	دیں جو ہمارے کلام کو حسن استماع کے ساتھ سنتے اور
الذین ھداھم اللہ و اولئك	اس کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ
ھم اولوا الالباب -	نے ہدایت دی ہے، اور یہی لوگ صاحب
(زمر ع ۲)	عقل سلیم ہیں۔

گویا ہدایت کا اصل راز حسن استماع ہے۔ پھر صوفیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آیت بالا کے لفظ "اولوالالباب" میں جس شے کو "لب" یا دانش سے تعبیر کیا ہے، اس کے کل حصے سو ہیں، ان میں سے ننانوے حضرت رسالت کے حصہ میں آگئے، باقی ایک حصہ تمام کائنات کے مومنین پر تقسیم ہوا ہے، یہ مقدار بجائے خود اکیس حصوں پر مشتمل ہے، اس کے ایک حصہ یعنی کلمہ شہادت میں سب کلمہ گو برابر کے شریک ہیں رہے باقی بیس حصے، سو ان میں مومنین بہ لحاظ اپنی قوت ایمانی کے ایک دوسرے سے برتر و فروتر ہیں، آیہ بالا میں جس احسن القول کا ذکر ہے، وہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، پس جو شخص اس کے اتباع اور اس کے حسن استماع میں جتنا زیادہ انہماک رکھے گا، اسی قدر وہ صفت تقرب سے زیادہ موصوف ہوگا، اور اسی صفت رکھنے والے کا نام صوفی ہے (صفحہ ۱۳)

اور یہ جو کلام مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول
وللرسول اذا دعاکم	کی دعوت کو مان لو جب تمہیں بلائیں
لما یحییکم -	...ان کاموں کی طرف جو
(انفال ع ۳)	...زندگی پہنچاتا ہے۔

سو شیخ واسطی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ زندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے

Marfat.com

تمام علائق سے لفظاً و عملاً ہر طرح آزاد کرے۔ اور بعض صوفیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

استجیبوا للہ بسرائرکم وللرسول بظواہرکم فحیاۃ النفوس بمتابعۃ الرسول صلعم وحیاۃ القلوب بمشاہدۃ الغیوب وھو الحیاء من اللہ تعالیٰ برویۃ التقصیر۔ (ص ۲۳)

اللہ کی دعوت قبول کرو اپنے باطن سے اور رسول کی دعوت اپنے ظاہر سے۔ اس لئے کہ نفوس کی حیات عبارت ہے پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قلوب کی حیات عبارت ہے مشاہدۂ غیب سے جس کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کے مواجہہ میں حق تعالیٰ سے شرم کی جائے۔

ان مقدمات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا تھا اور وہی شیخ نے نکالا ہے یعنی تصوف نام ہے قولاً، فعلاً، حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا (ص ۲۶) اور اسی پر مداومت سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شئے میں اتباع رسول ﷺ ہونے لگتا ہے۔ تو اب حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے کہ وعدہ الٰہی موجود ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

پیروی رسول ﷺ عین محبت الٰہی کی علامت ہے اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ بھی محبت الٰہی قرار دیا گیا ہے۔

فاوفر الناس حظاً من متابعۃ الرسول اوفرھم حظاً من محبۃ اللہ تعالیٰ والصوفیہ من بین طوائف الاسلام ظفروا بحسن المتابعۃ۔ (ص ۲۶)

پس جو شخص جتنا زیادہ متبع رسول ﷺ ہے، اسی قدر زیادہ وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے، اور صوفیہ ہی نے اسلامی گروہوں میں سب سے بڑھ کر اتباع رسول ﷺ کیا ہے۔

Marfat.com

حیات نبویؐ کے جتنے بھی شعبے ممکن ہیں، ان سب میں صوفیہ ہی نے سب سے بڑھ کر اتباع سنتِ نبویؐ کا حق ادا کیا ہے، مثلاً اعمال نبویؐ میں کثرت عبادات و قیام تہجد و نوافل و صوم و صلوٰۃ کا اور اخلاق نبویؐ میں عفو و حلم و رافت و رحمت و حیا و تواضع کا اور اقوال نبویؐ میں ہدایات و نصیحت کا اور احوال نبویؐ میں زہد و توکل، صبر و رضا، خشیت و ہیبت کا۔ تو گویا گروہ صوفیہ

فاستوفوا جمیع اقسام المتابعة	نام ہے اس گروہ کا جس نے ہر قسم کی پیروی
و یواسنة باقصی الغایات ۔	رسولؐ کا حق ادا کر دیا اور سنت رسولؐ کو
(ص۲۷)	انتہائی درجہ تک زندہ کر دیا۔

بس یہی گروہ صوفیہ صافیہ درحقیقت اس بشارت عظیم کا بھی اہل ہے، جو حدیث نبویؐ میں وارد ہوئی ہے کہ،

من احیا سنتی احیانی و من	جس نے میرے طریقے کو زندہ کیا اس نے
احیانی کان معی فی الجنة ۔	مجھے زندہ کر دیا اور جس نے مجھے زندہ کر دیا،
	وہ میرے ہمراہ جنت میں ہوگا۔

شیخ عبدالواحد بن زید صوفیہ قدیم کے ایک مسلّم سرخیل ہوئے ہیں، ان سے لوگوں نے صوفی کی تعریف دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ

قال القائمون بعقولهم علی	جو لوگ سنت رسولؐ پر اپنی عقل لگا کر
فهم السنة و العاکفون علیها	کرتے ہیں، اور اپنے قلب سے متوجہ رہتے
بقلوبهم و المعتصمون بسیدهم	ہیں اور اپنے نفس کی خباثت سے اپنے
من شرنفوسهم هم الصوفیة ۔	سردار کے دامن میں پناہ لیتے ہیں،
	وہی صوفیہ ہیں۔

شیخ سہروردی اس تعریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

هذا وصف تام و صفهم به ۔	یہ ان کی بہترین تعریف ہے جو کی گئی

قدیم اکابر طریقت نسبی و طفیلی اور ان کے مفہوم سے بیگانہ تصوف کی مخالفت کرتے ہوئے خالص

ومرتبة المشيخة من اعلى	شیخ ہونے کا مرتبہ تو طریق تصوف میں ایک
الرتب فی طریقة الصوفیة	اعلیٰ مرتبہ ہے، اور شیخ دعوت
ونیابة النبوة فی الدعاء	الی اللہ میں پیمبر کا نائب ہوتا ہے۔
الی اللہ۔ (ص ۴۵)	

استحقاق کا معیار بجائے "بزرگ زادگی" کے اپنی ذاتی پیروی راہ حق اور اتباع مسلک خیر تھا،

وکثیراً کان شیخنا شیخ	ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابو النجیب
الاسلام ابو النجیب یقول ولدی	سہروردی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا فرزند
من سلك طریقی واهتدی	وہی ہے جو میرے طریقہ پر چلے، اور میری
بهدی۔ (ص ۴۵)	راہ ہدایت اختیار کرے۔

پھر شیخ ہو جانے کے بعد مرتبۂ کمال کا معیار بھی وہی اتباع و اقتدائے رسول ہے، اگر شیخ کی یہ نسبت اقتدار و اتباع درست ہے، تو حسب وعدۂ قرآنی وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہوگا۔ (ص ۴۵)

آج بہت سے "بزرگوار" اپنے کو "ملامتی" اور "قلندری" اور "رسول شاہی" مشہور کئے ہوئے ہیں، فرائض شرعی کو اپنے سے ساقط سمجھے ہوئے ہیں، ارتکاب منہیات میں جری ہیں اور اپنی وضع قطع، اخلاق و معاشرت، قول و فعل سے الٹی احکام شریعت کی تحقیر ہی کیا کرتے ہیں؛ ملامتیہ اور قلندریہ تاریخ تصوف کے کوئی نو پیدا فرقے نہیں، ان کا وجود شیخ کے زمانہ میں بھی تھا، بلکہ شیخ تو نفس طریق ملامتیہ کی عظمت کے پوری طرح قائل ہیں، لیکن اس کی تشریح بھی تو ان کی زبان سے سنیئے:-

انه حال شریف ومقام عزیز	یہ ایک معزز حال ہے، اور بلند مقام ہے،
وتمسك بالسنن والآثار	یہ سنت نبوی و آثار صحابہ سے تمسک اور
وتحقق بالاخلاص۔	مرتبۂ اخلاص کے تحقق کا نام ہے۔

(ص ۴۱)

Marfat.com

ملا جامیؒ بہت بعد کے شخص ہیں، لیکن شیخ کے اسی نکتۂ اجمال کی شرح و توضیح وہ بڑی خوبی سے اپنی زبان سے کر گئے ہیں، بہتر ہوگا کہ اس متن کے ساتھ اس کی شرح بھی ملاحظہ کرتے چلئے:-

و اما ملامتیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدہ صدق و اختصاص غایت جہد مبذول دارند و در اخفاے طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب دانند با آنکہ ہیچ دقیقہ از صوالح اعمال مہمل نگزارند و تمسک بہ جمیع فرائض و نوافل از لوازم شمرند و مشرب ایشاں در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود۔ و لذت شاں در تفرد نظر حق بہ اعمال و احوال ایشاں و ہمچناں کہ عاصی از ظہور معصیت بر حذر بود ایشاں از ظہور طاعت کہ مظنۂ ریا باشد حذر کنند تا قاعدہ اخلاص خلل نہ پذیرد (نفحات الانس، ص ۹ طبع کلکتہ)

(ملامتیہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جن کی انتہائی کوشش مرتبۂ صدق و اخلاص کے برقرار رکھنے کی ہوتی ہے اور ریا و نمائش کی ہوا بھی اعمال و طاعات میں نہ لگنے پائے) اور وہ طاعات و حسنات کو نظر خلائق سے مخفی رکھنے میں انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ در آنحالیکہ کوئی جزیہ [illegible] وہ اعمال صالحہ میں سے نہیں چھوڑتے ہیں، اور سارے فرائض اور نوافل کے بجا لانے کا انتہائی اہتمام رکھتے ہیں۔ اور ان کا مسلک یہ ہے کہ ہر وقت حسن اخلاص کے تحقق میں لگے رہتے ہیں [illegible] انہیں لذت اسی بات میں ہے کہ ان کے اعمال و احوال پر صرف خالق کی نظر رہے اور جیسے عاصی اپنی معصیت کو خلائق سے چھپاتے ہیں ایسا ہی اہتمام کرتے ہیں جیسا [illegible] وہ اپنی معصیت کو چھپاتے [illegible] تاکہ اخلاص [illegible]

معاذ اللہ! کہاں یہ اخلاص مجسم اور پیکر طاعت و تقویٰ گروہ اور کہاں ترک احکام شریعت کا انتساب! ____ کتنا غلط یہ حرف ہی مشہور ہو گیا۔

لیکن بہر حال وہ در ایام [illegible] [illegible]

Marfat.com

شیخ ہی کے زمانے سے آباد ہے،

فمن ذلك قوم يسمون نفوسهم قلندرية تارة و ملامتية (اخری) (ص ۴۲) -

یہ لوگ کبھی اپنے کو قلندریہ اور کبھی ملامتیہ مشہور کرتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ نے ملامتیہ، قلندریہ اور صوفیہ کے حدود الگ الگ ظاہر کرکے پھر آگے لکھا ہے کہ

"گمراہوں کے ایک گروہ نے اپنے کو ملامتیہ مشہور کر رکھا ہے، اور صوفیہ کا لباس پہن رکھا ہے تاکہ ان کا بھی شمار صوفیوں میں ہو، حالانکہ انہیں کوئی لگاؤ بھی صوفیہ سے نہیں، بلکہ یہ لوگ دھوکہ اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اور صوفیوں کا لباس کبھی اپنے کو بچانے کے لئے اور کبھی کسی دعویٰ کے ساتھ پہنتے ہیں، اور اہل اباحت[1] کی راہ چلتے ہیں، اس زعم میں پڑے ہوئے کہ ان کے ضمیر اللہ کی جانب راجع اور خالص ہوگئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہی کامیابی مقصود ہے، اور یہ کہ شریعت کی پابندیاں تو عوام کے لئے ہیں، جن کی عقلیں کوتاہ ہیں اور جو تقلید و اقتدار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

یہ عین الحاد اور زندقہ اور جہل ہے، یہ فریب میں پڑا ہوا گروہ اس حقیقت سے جاہل ہے، کہ شریعت نام ہے حق عبودیت کا اور حقیقت عبودیت ہی ہے، اور جو شخص اہل حقیقت سے آگاہ ہوگا، وہ حق عبودیت اور حقیقت عبودیت میں مقید ہوگا، (ص ۴۲)

ایسے ہی بیدینوں کے باب میں حضرت عمر فاروق رضی کا یہ قول فیصل موجود ہے کہ

ان اناسا كانوا يوخذون بالوحي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الوحي قد انقطع وانما ناخذكم الآن بما ظهر من اعمالكم فمن اظهر لنا خيرا امناه وقربناه وليس الينا

عہد رسالت میں تو لوگوں سے مواخذہ وحی کی بنا پر کیا جاسکتا تھا، لیکن اب جب کہ سلسلہ وحی منقطع ہوچکا ہے، اب ہم تم سے مواخذہ تمہارے اعمال ہی کی بنا پر کریں گے، بس جس کے اعمال خیر ہم پر ظاہر ہوں گے ہم اسے قبول کریں گے اور اس سے

---

[1] زندیقوں کا وہ فرقہ جو کسی چیز کے حرام ہونے کا عملاً قائل ہی نہیں۔

Marfat.com

من سریرۃ شیٔ اللہ تعالیٰ یحاسبہ فی سریرتہ ومن اظہر لنا سوی ذلک لم نامنہ وان قال سریرتی حسنۃ ۔

قربت کریں گے۔ ہمیں اس کے باطن سے کچھ غرض نہیں۔ اس کے باطن کا حساب کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اگر اس کے اعمال خیر کے علاوہ، دوسری صورت میں ہم پر ظاہر ہوئے تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے خواہ وہ کہتا رہے کہ میرا باطن آراستہ ہے۔

فاروق اعظم رضی کا ایک دوسرا ارشاد بھی ہماری رہبری و رہنمائی کے لئے موجود ہے۔

فاذا رأینا متہاونا بحدود الشرع مہملاً للصلوات المفروضات لا یعتد بحلاوۃ التلاوۃ والصوم والصلوۃ و یدخل فی المداخل المکروھۃ المحرمۃ نردہ و لا نقبلہ ولا نقبل دعواہ ان لہ سریرۃ صالحۃ ۔

جب ہم کسی کو دیکھیں کہ حدود شرعی [illegible] سے غیر متوجہ، اور نماز فرض کو چھوڑتے ہوئے، اور یہ کہ وہ تلاوت قرآن اور روزہ اور نماز سے لذت نہیں پاتا اور [illegible] مکروہ مقامات میں داخل ہوتا ہے تو ہم اس سے انکار کریں گے اور اس کے اس دعویٰ کو قبول نہ کریں گے کہ وہ باطن نیک رکھتا ہے۔

جنید بغدادیؒ ایک مرتبہ معرفت الٰہی پر گفتگو کر رہے تھے، ایک شخص نے سوال کیا کہ اہل معرفت ترک اعمال صالحہ کے مقام تک بھی پہنچ سکتے ہیں؟ حضرت جنیدؒ نے [illegible] کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ان ھذا قول قوم تکلموا باسقاط الاعمال و عندی عظیمۃ ۔ الذی یسرق و یزنی احسن حالا من الذی یقول ھذا وان العارفین باللہ اخذوا الاعمال

یہ اس گروہ کا قول [illegible]
کا قول [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

من اللہ و الیہ یرجعون فیہا ولو تبیت الف عام لم انقص من اعمال البر ذرۃ الا ان تحال بی دونہا و انہا الاکد فی معرفتی و اقوی لحالی۔

عارفوں نے اپنے اعمال اللہ تعالیٰ سے حاصل کئے ہیں، اور ان ہی اعمال کے ساتھ وہ اس کی جانب واپس ہوں گے۔ میری عمر تو ایک ہزار سال کی موجب بھی ہیں ان اعمال خیر سے ایک ذرہ کم نہ کروں بجز اس کے کہ کوئی میرے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے اور یہ اعمال تو میری معرفت کے لئے موکد اور میرے حال کے لئے موجب تقویت ہیں۔

اور یہ جنیدؒ سید الطائفہ، ہوتے ہیں۔
لیجئے شیخ نے اپنے علاوہ سند اپنے سید کی اور ان سید کے بھی سید محمد فاروقؓ کی پیش کر دی۔ اب اس کے بعد بھی کوئی اور درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

Marfat.com

باب ۶

فوائد الفواد

(خواجہ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ)

اب تک جن بزرگوں اور ان کی تعلیمات و ہدایت سے تعارف ہوا وہ سب ہندوستان سے باہر کے تھے، اور اکثر کی تو سکونت بھی باہر ہی تھی۔ اب ایک ایسے بزرگ کے درس و ہدایت کا سامنا ہے جو ہندوستان ہی کی خاک سے اٹھے، اور اسی سرزمین میں اپنی ساری زندگی گذاری، اور اتفاق سے زمانہ بھی وہ پایا، جب ہندوستان کا اسلام ہندویت اور ہندیت سے اچھا خاصا متاثر ہو چکا تھا، اور مسلمانوں کو یہاں رہتے سہتے کئی صدیاں گزر چکی تھیں۔

چھٹی صدی ہجری میں بخارا سے دو سید زادے سید علی اور سید عرب ہندوستان وارد ہوئے۔ قیام پہلے لاہور میں کیا، پھر آج کل کے صوبہ متحدہ کے شہر بدایوں میں، اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بدایوں اس وقت عالموں اور درویشوں کا شہر تھا، اور اس مناسبت سے [illegible] تھا۔ ایک کے صاحبزادہ سید احمد کا عقد دوسرے کی صاحبزادی بی بی زلیخا سے [illegible]

---

(۱) سیر الاولیاء امیر خورد دہلوی [illegible]

(۲) راحت القلوب ملفوظات خواجہ [illegible]

(۳) فوائد الفواد [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

Marfat.com

کا ثمر، اس ہستی کے قالب میں ظاہر ہوا، جس پر خاک بدایوں ہی کو نہیں خاک ہند کو ناز ہے۔ ولادت ۲۷ صفر ۶۳۶ھ کو ہوئی، والدین نے نام فخر کائنات کے اسم مبارک پر محمد رکھا، شہرت عام کی زبان نے نظام الدین اولیا کہہ کر پکارا، اولیائے معاصرین کی زبانیں نظام الاولیا، نظام الحق والدین، سلطان المشائخ اور محبوب الٰہی کے القاب پر کھلیں۔

شجرۂ نسب پدری و مادری دونوں سلسلوں سے بہ واسطہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ عمر کا پانچواں سال تھا کہ سایہ پدری سر سے اٹھ گیا اور عرب کے یتیم کی امت کا یہ گوہر بے بہا بھی یتیم رہ گیا۔ والد ماجد حضرت سید احمد ایک متقی و مقدس بزرگ تھے، مزار بدایوں میں اس وقت تک زیارت گاہ خلائق ہے۔ اب تربیت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ بی بی زلیخا پر پڑی۔ یہ اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں، مزار نواح دہلی میں اب بھی عقیدتمندوں کا مرجع ہے۔

تذکروں میں ہے کہ صاحب نسبت و مستجاب الدعوات تھیں، دعاؤں کے تیر ہدف مراد تک پہنچ کر رہتے، کشف تکوینی بھی حاصل تھا، آیندہ واقعات بارہا مکشوف ہو جاتے۔ آخری مرض میں مبتلا ہوئیں، تو کھانا پانی سب چھوڑ دیا، ہر وقت گریہ طاری رہتا، جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ کی شام تھی، نیا چاند دیکھ کر صاحبزادہ حسب دستور سلام کے لئے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا "بیٹے اگلے مہینہ کس کے سلام کو آؤ گے، اور کون دعائیں دے گا"؟ لخت جگر کو معلوم ہو گیا کہ سر سے یہ سایہ بھی اٹھا چاہتا ہے، رو کر عرض کی کہ "اماں جان ہم کو کس پر چھوڑے جاتی ہو"؟ فرمایا کہ "اس کا جواب صبح کو لینا، اس وقت جا کر شیخ نجیب الدین متوکل کے ہاں سو رہو"۔ رات میں نیند کسے آتی، صبح سویرے گھر کی خادمہ دوڑی ہوئی پہنچی، کہ فوراً بلایا ہے، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، ماں نے پوچھا "بیٹا رات کو خوش رہے تھے"، رو کر اور قدموں پر گر کر عرض کی کہ "اماں جان میری خوشی تو آپ کی سلامتی کے ساتھ ہے"، فرمایا "اب وقت ہے کہ کل کی بات کا جواب لو"۔ یہ کہہ کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "پروردگار اس دکھیارے بے کس کو تیرے سپرد کرتی ہوں"۔ یہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اللہ کو سونپا ہوا بچہ، بیکس و لاوارث نہیں رہ سکتا تھا۔ ذہانت، ذکاوت، فہم صحیح شوق

Marfat.com

علم، حافظہ، یہ سب خدا داد نعمتیں بچپن سے موجود تھیں، حفظ قرآن مجید کے بعد دوسرے علوم شروع کئے، اور اکثر میں پوری دستگاہ بہم پہنچائی، بدایوں خود ہی کاملین فن کا مرکز تھا، مزید ذوق علم کی کشش یہاں سے دہلی لائی، اور یہاں باقی علوم کی بھی تکمیل ہو گئی۔ دستار بندی بدایوں میں ہو چکی تھی، دہلی میں آکر فقہ و حدیث کی بھی باضابطہ سند و اجازت حاصل ہوئی، علوم و فنون میں بحث و گفتگو کا بڑھا ہوا شوق دیکھ کر طلبہ و علماء کے حلقہ میں نام نظام الدین بحاث پڑ گیا۔

ادھر علوم ظاہری میں یہ انہماک جاری تھا، ادھر فطرت مسکرا کر ایک دوسری ہی زندگی کے لئے تیار کر رہی تھی۔ قیام ابھی بدایوں ہی میں تھا، اور سن بھی ۱۲ سال کے اندر ہی کہ ایک قوال کی زبان سے حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ کے وہ کمالات سننے میں آئے کہ دل غائبانہ عقیدت کا مسکن ہو گیا، یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد یا فرید کا ورد شروع ہو گیا تھا، دہلی آتے ہوئے راستے میں حضرت موصوف کے اور بھی تذکرے سنے، اشتیاق بڑھا۔ دہلی پہنچے تو پڑوس شیخ نجیب الدین متوکل کا ملا، وہ خود حضرت فریدؒ کے خلیفہ اور عزیز خاص تھے۔ آپ کے ذریعہ سے جو حالات و کمالات سنے۔ انہوں نے شوق و عقیدت کی آگ کو اور تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک روز جامع مسجد دہلی میں ایک خوش لحن قاری کی زبان سے آیہ کریمہ

الم یان للذین امنوا ان تخشع	کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وقت نہیں
قلوبھم لذکر اللہ۔	آیا ابھی کہ قلب ذکر الٰہی کے لئے جھک جائیں

سن کر دل بے چین ہو گیا، اور جی میں ٹھن گئی کہ ترک علائق کر کے مرید ہو جائے۔

لوگوں نے مشورہ شیخ نجیب الدین سے بیعت ہو جانے کا دیا، مگر خود شیخ نے فرمایا [illegible] ہے تو وقت کے دو بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ، ایک حضرت [illegible] دوسرے حضرت بابا فرید اجودھنی۔ دوسرے ہی دن آپ دہلی سے چل [illegible] دل اب بھی ذرا متردد تھا کہ راستہ اجودھن اور ملتان میں سے کہاں کا اختیار کیا جائے؟ آخر ایک شب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور حکم ملا کہ اجودھن کا راستہ اختیار کرو [illegible] عمر کے بیسویں سال ۱۰ رجب ۶۵۵ھ کو اس منزل کی آخری منزل ختم ہوئی بعد [illegible] خدمت میں حضوری [illegible] اشتیاق [illegible] دل پر نقش [illegible]

Marfat.com

فرمائی گئی اور نظر پڑتے ہی یہ شعر زبان مبارک پر آیا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ　　سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بیعت کے ساتھ خلعت خلافت بھی مرحمت ہوئی، اور ارشاد ہوا کہ نظام الدین! میں تو ولایت ہندوستان کسی اور کو دینا چاہتا تھا کہ غیب سے ندا آئی کہ انتظار کرو، نظام بدایونی آ رہا ہے، اور وہی اس ولایت کے لائق ہے۔

مرشد کی خدمت میں ایک عرصہ تک سرگرم رہنے کے بعد حسب الحکم دہلی واپس ہوئے۔ اور مجاہدوں اور ریاضتوں میں مصروف ہوگئے۔ اخفائے حال کا اس قدر اہتمام تھا کہ جہاں ایک جگہ قیام فرمانے کے بعد لوگوں کو بزرگی کا کچھ پتہ چل سکے، مکان تبدیل فرما دیتے اور کسی دوسرے محلہ میں اٹھ جاتے، بالآخر جب خلقت کا ہجوم زیادہ رہنے لگا تو اشارہ غیب پاکر شہر سے باہر جنوب میں غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی، اور یہیں آخر عمر تک قیام رہا۔ یہ وہی مقام ہے جو اب بستی نظام الدین اولیاء کہلاتا ہے۔

ابتدائی زمانہ پیر و مرشد کی سنت میں بڑی تنگی و تنگدستی کا گزرا۔ شروع میں کئی سال تک یہ حال رہا کہ مسلسل کئی کئی دن تک کوئی آمدنی کہیں سے نہ ہوتی اور فقر و فاقہ کی نوبت رہتی۔ چند سال بعد مرشد کی دعا سے یا (جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے) کسی مجذوب کی توجہ کی برکت سے اس کے برعکس فارغ البالی پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی اس شدت سے کہ اچھے اچھے دنیادار رئیسوں کو رشک آنے لگا، باورچی خانہ دن رات گرم رہتا تھا، لنگر ہر وقت جاری تھا، مہمان خانہ مہمانوں کے ہجوم سے پُر رہتا تھا، اور مہمانداری کا خرچ کئی ہزار ماہوار کا تھا۔ اس امارت و ریاست کے ساتھ اس درویش کی اپنی یہ حالت تھی کہ سال کے سال برابر روزے رہا کرتے تھے، اور افطار و سحر کے وقت موٹے قسم کی غذا اور وہ بھی قلیل مقدار میں تناول فرماتے تھے۔ غرض یہ کہ یہ خوش خوری اور طباخی کے جتنے بھی انتظامات تھے، دوسروں کے لئے تھے۔ اپنی ذات کے لئے اس نہیں، خادموں پر تاکید رہتی تھی کہ جو کچھ آتا رہے روزانہ سب نکلتا ہی رہے، اور جمع مطلق نہ ہونے پائے، جمعہ کے دن اس کا اہتمام اور زیادہ ہو جاتا تھا اور جب تک توشہ خانہ مال او غلہ سے بالکل صاف نہ کرا دیا جاتا، نماز جمعہ کے لئے تشریف نہ لے جاتے۔

Marfat.com

نکاح کی نوبت نہیں آئی، ساری عمر تجرد میں گزری، ایک بہن تھیں، ان کی اولاد کا سلسلہ نسل بحمد اللہ جاری ہے اور خاندان کا سلسلہ نسل اسی ذریعہ سے قائم ہے،

خلق کا رجوع تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ بڑی ہی کثرت سے رہا، عوام، درویش، امرا، وزرا، سب ہی اس شمع کے پروانے تھے، لیکن آپ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ خود کسی امیر و وزیر کے ہاں تشریف نہیں لے گئے، شکایتیں دربار شاہی تک پہنچیں اور فرمان سلطانی پہنچا کہ کبھی کبھی دربار میں حاضری ہوتی رہے، لیکن ایسے فرمان کی کبھی تعمیل نہیں کی گئی، اس طریق عمل سے بارہا عتاب سلطانی کی نوبت آئی، بلکہ کبھی کبھی سخت خطرے بھی پیش آگئے، لیکن جو گردن صرف رب الارباب کے آگے جھکنے کے لیے خلق ہوئی تھی، وہ کبھی کسی گردن کش سلطان و فرماں روا یا امیر و وزیر کے آگے کیسے جھک جاتی، دلی کے تخت پر جب قطب الدین مبارک شاہ خلجی (۱۳۱۶ء تا ۱۳۲۰ء) تو روایت ہے کہ حاسدوں اور دور اندازوں کے کہنے میں آکر حضرت شیخ سے ناراض رہنے لگے، پہلے قسم قسم کی سختیاں کیں، اس کے بعد اس پر اصرار کیا کہ اگر ہر ہفتہ نہیں تو کم از کم ہر مہینہ چاندرات کو دوسرے مشائخ وقت کی طرح شیخ بھی دربار شاہی میں حاضر ہوا کریں، معتقدوں اور مریدوں نے معاملہ کی نزاکت اور غضب سلطانی کی اہمیت کا اندازہ کر کے بہ منت و التجا عرض کی کہ کم از کم ایک مرتبہ تو بادشاہ کی خواہش پوری کر دی جائے، [illegible] کہ شوال کا مہینہ ختم ہوا اور ذی قعدہ کی چاندرات آئی، لیکن عین اسی شب بادشاہ کے منظور نظر غلام خسرو خاں نے اپنے خنجر سے بادشاہ ہی کا کام تمام کر دیا۔

ہجوم خلائق سے بہ ظاہر ہوتا کہ ذکر و شغل میں فرق پڑ جاتا، ساری رات عبادت اور ریاضت کی نذر ہو جاتی، جب حجرہ کا دروازہ کھلتا تو دیکھنے والے [illegible] بیداری سے ایک عجب قسم کی روحانی نورانی [illegible] مرید خاص و مخلص با اختصاص امیر خسرو نے یہ شعر اسی [illegible] کی تعریف میں کہا ہے۔

تو شبانہ می نمائی بہ برِ کہ بودی امشب — کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

عمر شریف اکیانوے [illegible] تک پہنچی تھی، اس سن پر بھی [illegible] مداومت [illegible] شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے الفاظ ہیں

Marfat.com

حق تعالیٰ اورا قبولے تمام داد وخاص و عام را بوے رجوع شد و ابواب فتوح بروے مفتوح گشت و عالمے از موائد احسان و انعام او تمتع گرفتند و او خود بریاضت و مجاہدہ می بود، گویند کہ او آخر عمر کہ سن شریفش از ہشتاد تجاوز شدہ بود بہ غایت مجاہدہ پیش گرفتہ بود وصوم دوام داشتے، و بہ وقت افطار اندک چیزے چشیدے وطعامیکہ وقت سحر بودے اکثر چناں بودے کہ نخوردے، خادم عرضہ داشت کردے کہ مخدوم وقت افطار طعام کمتر میخورند اگر از طعام سحر اندک تناول نہ کنند حال چہ شود و ضعف قوت گیرد، دریں محل بگریستے و گفتے کہ چندیں مسکیناں و درویشاں در کنجہائے مساجد و دوکانہا گرسنہ و فاقہ زدہ افتادہ اند ایں طعام در حلق من چگونہ فرورود و ہمچناں طعام از پیش برمی داشتند۔

حق تعالیٰ نے آپ کو نہایت مقبول بنا دیا، اور خاص و عام سب کا رجوع آپ کی طرف ہو گیا، آپ پر فتوحات کا دروازہ کھل گیا، اور ایک عالم آپ کی مہماں نوازی اور عنایتوں سے سیراب ہونے لگا، لیکن آپ خود برابر ریاضت و مجاہدہ میں لگے رہے، یہاں تک کہ آخر عمر میں جب سن شریف اسی سے متجاوز ہو چکا تھا، آپ انتہائی مجاہدوں میں مشغول رہتے تھے اور صوم دوام رکھتے تھے، افطار کے وقت بہت قلیل غذا ہوتی اور سحر بھی اکثر ایسا ہوتا کہ نہ کھاتے، خادم عرض کرتے کہ افطار ہی کے وقت کیا غذا ہوتی تھی، اگر سحری بھی چھوٹ گئی تو ضعف و نقاہت سے کیا حال ہو گا، یہ سن کر مخدوم رونے لگتے، اور فرماتے کہ اتنے فقیر اور محتاج مسجدوں اور دوکانوں میں بھوکے اور فاقہ سے پڑے ہیں، میرے حلق سے نوالہ کیوں کر اتر سکتا ہے یہ فرماتے اور کھانا سامنے سے ہٹا دیتے۔

Marfat.com

کثرت عبادت کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات نماز کی نظر ہو جاتی، نماز جماعت کا یہ اہتمام تھا کہ ۸۵-۹۰ سال کی عمر میں، ضعف و لاغری کے باوجود بالا خانہ سے شریک جماعت ہونے کے لئے اتر کر نیچے تشریف لاتے، کثرت صوم کا یہ عالم تھا کہ عمر گویا روزہ ہی میں گزار دی، پانچ ممنوع دنوں کو چھوڑ کر سال کا سال روزہ ہی میں گزرتا، عمر کی زیادتی کے ساتھ غذا میں کمی فرماتے گئے، یہاں تک کہ ضعیفی کے زمانہ میں خادم جب کھانا پیش کرتے تو آپ کبھی ایک روٹی، کبھی آدھی روٹی یا کوئی بدذائقہ ترکاری (جیسے کریلا) نوش فرما لیتے، اور باقی سب لذیذ و نفیس غذائیں دسترخوان پر بیٹھنے والوں کے آگے پیش کر دیتے، اور انہیں اصرار کر کے کھلاتے ـــــ اپنی حالت گرسنگی اور سیری خواب و بیداری کی تقریباً ایک ہی ہو کر رہ گئی تھی۔

معمول یہ تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد، بعد مغرب بالا خانہ پر تشریف لے جاتے، وہیں مریدوں اور مہمانوں کا مجمع ہوتا، دسترخوان پر رنگ رنگ کی غذائیں، میوے اور شیرینیاں ہوتیں، وہ سب دوسروں کی نذر ہو جاتیں، عشاء کی جماعت ادا کرنے کو نیچے تشریف لاتے، اس کے بعد پھر اوپر تشریف لے جاتے، اس وقت باریابی کی اجازت صرف مخصوص مریدوں کو ہوتی، [illegible] و لطائف و حکایات سناتے، اور حضرت تسبیح پڑھتے رہتے، کچھ دیر بعد یہ خلوت کی مجلس بھی برخاست ہو جاتی، خادم خاص خواجہ اقبال پانی چند لوٹوں میں بھر کر رکھ دیتے کہ صبح تک کئی بار طہارت و وضو کی ضرورت ہو جائے گی، حضرت اندر سے دروازہ بند کر کے نماز اور ذکر و شغل میں مشغول ہو جاتے سحری کے وقت ایک دوسرے خادم عبدالرحیم ناشتہ لے کر حاضر ہوتے، آپ دروازہ کھول کر کھانا اکثر واپس فرما دیتے، کبھی برائے نام کچھ نوش فرما لیتے، گریہ کثرت سے طاری رہتا، [illegible] نے دوسرے وقتوں کے علاوہ سحری کے وقت بھی گریہ کرتے پایا، بعض [illegible] ادھر چمچہ لوٹ پلٹ، دریافت سے پتہ چلا کہ جو لقمہ لذیذ معلوم ہوتا ہے اسے [illegible] الگ سے واپس نکال کر رکھ دیا جاتا ہے ـــــ [illegible]

کتنے ان ریاضتوں اور مسلسل مجاہدوں میں حضرت کی تقلید کریں گے؟

وفات سے ۴ یوم قبل غذا بالکل ترک ہو گئی تھی، کھانے کی خواہش [illegible] بہت بڑھ گئی تھی، نفل نمازوں میں سجدے بہت کثرت سے کرنے لگے تھے، نماز سے فراغت کے

Marfat.com

بعد دریافت فرماتے، نماز میں نے پڑھ لی؟ اور جب جواب ملتا کہ پڑھ لی ہے، تو یہ فرماتے کہ "پڑھ لوں خبر نہیں کہ پھر بھی پڑھوں گا یا نہیں" پھر پڑھنے لگ جاتے، جب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت بہت قریب آگیا، تو اقبال خادم کی طرف اشارہ کرکے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اس نے کوئی چیز گھر میں باقی رکھی تو قیامت کے دن اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے" خادم نے تھوڑی دیر بعد عرض کیا کہ "کچھ غلہ درویشوں کی خوراک کے لیے رکھ لیا ہے، باقی اور سب کچھ تقسیم کر دیا ہے" ناخوش ہو کر فرمایا کہ "اس کو بھی ابھی لٹا دو اور توشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو" تعمیل فوراً ہوئی۔

وفات صحیح تر روایت کے مطابق چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ، ۱۵ دسمبر ۱۳۲۴ء کو ۸۹ سال کی عمر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوئی۔ مقبرہ کے لئے ایک عالیشان عمارت بڑے بڑے اونچے گنبدوں والی، زندگی ہی میں کسی بادشاہ وقت نے، آپ کے معاصر متعدد بادشاہ ہوتے ہیں، یا کسی امیر نے، اباختلاف روایت تعمیر کرا دی تھی، مگر اس میں دفن ہونا پسند نہ فرمایا، اس عمارت کو حسب وصیت مسجد بنا دیا گیا، اس کے صحن میں تدفین ہوئی۔ شروع میں تربت خام و غیر نمایاں تھی۔ پختہ مزار اول بار تیمور کے حکم سے بنا، مشہور یہ ہے کہ وہ یہاں جب فاتحہ پڑھنے آیا تھا تو اسے آپ کی تربت کا پتہ چلانے میں بڑی دقت پیش آئی تھی۔ اب جو اسی صحن مسجد میں مزار کی پختہ عمارت سنگ سفید کی ہے، وہ مختصر ہونے کے باوجود نہایت دلکش اور دلکشا ہے، اور بعض اہل کشف کا قول ہے کہ اپنے اندر غیر معمولی کشش اور جاذبیت رکھتی ہے۔

مریدوں کی فہرست میں مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی، امیر خسرو، میر حسن علا سجزی، شیخ مبارک گوپاموی، مولانا فخر الدین زرادی، شیخ شمس الدین یحیٰی کے نام خاص طور پر ممتاز ہیں۔ ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ مخدوم شرف الدین، بوعلی قلندر پانی پتی بھی مرید تھے۔ خلافت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کو ملی۔

۲۔ تصنیف

ہندوستان کی دنیائے فقہ و تصوف میں ایک خاص شہرت و امتیاز سلسلہ عالیہ چشتیہ کو حاصل ہے۔ خواجگان چشت کے "پنجتن پاک" نے اپنی تعلیمات و ہدایات کی مستقل تصنیف

Marfat.com

کی شکل میں نہیں، بلکہ اپنے ملفوظات کے قالب میں چھوڑی ہیں، مختلف مجلسوں میں جو کلمے زبان سے نکلتے تھے مریدان باصفا انہیں قلمبند کر لیتے تھے، اور مرتب کر کے انہی ملفوظات مبارک کو شائع کر دیتے تھے ——— مرشدوں کے ان ارشادات کو جمع اور مرتب کرنے والے خود اپنی اپنی نوبت پر صاحب ارشاد اور بانی سلسلہ ثابت ہوئے! حضرت خواجہ عثمانی ہارونی رح کے ملفوظات انیس الارواح کے نام سے خواجہ معین الدین حسن اجمیری نے مرتب فرمائے پھر ان خواجۂ خواجگان کے ملفوظات دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے پھر ان قطب عالم کے ملفوظات فوائد السالکین کے نام سے خواجہ فرید الدین گنج شکر رح نے، پھر ان فرید عصر کے دو ملفوظات اسرار الاولیا اور راحت القلوب کے نام سے شیخ بدر الدین اسحٰق اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے جمع فرمائے، شمع سے شمع اس طرح روشن ہوتی رہی، اور صدیوں تک چراغ سے چراغ جلتا رہا۔

اکابر خواجگان چشت کے سلسلہ کے خاتم حضرت نظام الدین رح ہی ہیں، آپ کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کا آخر اور آٹھویں صدی ہجری کے شروع کا ہے، آپ کے ملفوظات جمع کرنے کی سعادت ایک سے زائد مریدان با اخلاص کے حصہ میں آئی، چنانچہ "الگ الگ ملفوظات امیر خسرو رح نے راحت المحبین اور افضل الفوائد کے نام سے مرتب کئے اور ایک شیخ علی محمود جاندار رح نے درر نظامی کے نام سے، یہ آخری ملفوظ ابھی نامہ سیاہ کے علم میں ابھی تک غیر مطبوعہ ہے[1] لیکن نظام الاولیا کے تمام ملفوظات میں جو ملفوظ سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مستند قرار پایا وہ فوائد الفواد کے نام سے شیخ رح کے مرید با اختصاص میر حسن علا سجزی کا جمع اور مرتب کیا ہوا ہے، اہل دل کے نزدیک یہ کتاب گویا چشتیہ چشتیہ کے نظام تصوف کا ایک مکمل دستور العمل ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

آں کتاب درمیان خلفا و مریدان شیخ بر کتاب شیخ نظام الدین ... مرید ...

---

[1] دسمبر ۱۹۳۲ء میں اس ملفوظ کا قلمی نسخہ معلومات سے لبریز سید علیم الدین ... خادم آستانہ نظامی کے پاس دیکھنے میں آیا تھا اور ان کی عنایت سے اسی وقت اس سے کچھ انتخاب بھی لے لئے گئے تھے۔

Marfat.com

نظام الدین دستور است (اخبار الاخیار صـ ۳۹)

کے درمیان بطور دستور العمل کے ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

فوائد الفواد دستور العمل سلوک است و بغایت خوب ہر چند خسرو ہم ملفوظ جمع کردہ لیکن آں قدر مقبول نیست (ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ صـ ۲۲ طبع میرٹھ)

فوائد الفواد نہایت خوب ہے اور فن سلوک کا ایک دستور العمل۔ خسرو نے بھی ملفوظات جمع کئے ہیں لیکن ان کو یہ درجہ قبول حاصل نہیں۔

کتاب فوائد الفواد نہایت معتبر است و آں وقت دستور العمل بود دیگر ملفوظات مشتبہ است، غالب کہ نباشد (الفضا صـ ۹۱)

کتاب فوائد الفواد ہر طرح معتبر ہے اور اپنے زمانہ میں دستور العمل رہ چکی ہے۔ دوسرے ملفوظات جتنے ہیں وہ مشتبہ ہیں۔

اور یہ شہادتیں تو خیر بہت بعد کی ہیں، ایک معاصر معارف میر خوردؒ کا اعتراف ملاحظہ ہو۔

امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلان عالم شدہ است و دستور عاشقان گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ (سیر الاولیاء میر خورد دہلوی صـ ۳۰۲ طبع دہلی)

فوائد الفواد اس وقت دنیا کے اہل دل طبقہ میں مقبول ہو چکی ہے اور عاشقان الٰہی کی دستور العمل بن چکی ہے۔ مشرق و مغرب میں مشہور ہے۔

خود امیر خسرو کی بابت منقول ہے کہ رشک کے ٹھنڈے سانس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میری تمام تصانیف حسن کے نام سے ہوتیں، اور یہ ایک میرے نام سے (اخبار الاخیار صـ ۹۹، سیر الاولیاء، صـ ۳۰۲) یہ بھی روایتوں میں آیا ہے کہ حسن نے اس ملفوظ کو مرتب کرنے کے بعد خود مرشد کی خدمت میں پیش کیا تھا، اور وہاں سے سند قبول یا پروانہ پسندیدگی مل گیا تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء، جلد اول صـ ۳۴۴)

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ فوائد گویا خود حضرت شیخؒ ہی کی کتاب ہے، اور اس میں جو کچھ درج ہے وہ بس شیخ ہی کی تعلیمات ہیں۔

Marfat.com

پیش نظر نسخہ، نولکشور پریس لکھنؤ کا مطبوعہ، متوسط تقطیع پر ۲۶۰ صفحہ کا ہے اور پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔

حصہ اول ص ۱ تا ۴۱ اس میں شعبان ۷۰۷ھ تا ذی الحجہ ۷۰۸ھ، ۳۴ مجلسوں کا ذکر ہے۔

حصہ دوم ص ۴۲ تا ۹۰ اس میں شوال ۷۰۹ھ تا شوال ۷۱۲ھ، ۳۸ مجلسوں کا تذکرہ ہے۔

حصہ سوم ص ۹۱ تا ۱۳۰ اس میں ذیقعد ۷۱۲ھ تا ذی الحجہ ۷۱۳ھ، ۱۵ مجلسوں کا کا بیان ہے۔

حصہ چہارم ص ۱۳۱ تا ۲۱۷ اس میں محرم ۷۱۴ھ تا رجب ۷۱۹ھ، ۶۲ مجلسوں کے مذاکرے ہیں۔

حصہ پنجم ص ۲۱۸ تا ۲۶۰ اس میں شعبان ۷۱۹ھ تا رجب ۷۲۲ھ، ۳۲ مجلسوں کے ارشادات جمع ہیں۔

اس طرح درمیانی وقفوں کے ساتھ ۱۵ سال تک پھیلی ہوئی مدت کی کل ۱۸۸ مجلسوں اور صحبتوں کے ارشادات درج ہیں، اور یہ گفتگوئیں شیخ کے ابتدائی زمانہ کی نہیں آخری زمانہ کی ہیں، شروع اس وقت ہوئی ہیں جب شیخ کی عمر ۶۰ سے متجاوز ہو چکی تھی اور ختم اس وقت ہوئی ہیں، جب شیخ کی وفات (ربیع الثانی ۷۲۵ھ) کو کل دو اڑھائی سال رہ گئے تھے۔

کتاب تصنیف نہیں ہے، ملفوظ ہے، یعنی تقریروں اور بے تکلف بات چیت کا مجموعہ ہے، جو ارادت مندوں کے مختصر حلقہ میں شیخ کی زبان سے نکلے ہوئے حقائق و معارف [illegible] محتسب کی زد سے دور، قاضی شریعت کی گرفت سے باہر، اور پھر وقت اور عہد [illegible] رسالت سے سات سو سال کا بعد، اور وہ وقت جب ہندی اسلام [illegible] رنگ آمیزیوں کا معجون مرکب بن چکا تھا [illegible] اس حال اور [illegible] تو بے شک یہ قائم ہوتا ہے کہ احکام شریعت کی کچھ [illegible] اور [illegible] نہیں جو اس پرانے دین شریعت کے مقابلہ میں ایک نیا آئین طریقت [illegible]

ان شبہات کے ساتھ کتاب کھولئے تو نظر چند ہی ورقوں کے بعد ان شبہات پر پڑتی ہے اور پڑتے ہی جم جاتی ہے۔

Marfat.com

سخن در تزکیہ افتاد. بہ لفظ مبارک راند کہ کمال مرد در چہار چیز می شود قلۃ الطعام و قلۃ الکلام و قلۃ الصحبۃ مع الانام و قلۃ المنام، (ص ۴)

ایک روز تزکیہ نفس پر گفتگو تھی۔ ارشاد ہوا کمال ان چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ کم کھانے سے، کم بولنے سے، کم ملنے جلنے سے اور کم سونے سے۔

لیجئے سیدھی سادی وہی باتیں جو اس سے قبل دنیا کے سب سے بڑے معلم و مرشد اعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، کے اتباع میں دوسرے ہادیان طریقت بتا گئے تھے۔ یعنی وہی کم خوری، کم سخنی، کم آمیزی اور کم خوابی۔

جامع ملفوظات نے کتاب کے شروع میں یہ قاعدہ رکھا ہے کہ ہر مجلس میں جب جب اپنی حاضری کا ذکر کیا ہے، تو وقت حاضری بھی بتاتے گئے ہیں، لیکن وقت کی تعیین بجائے اس وقت کے رائج گھڑی گھنٹہ کے نماز کے حساب سے کرتے گئے ہیں، یعنی قبل نماز یا بعد نماز، گویا نظام الاولیاء کے نظام اوقات کا محور یا مرکز جو کچھ تھی نماز ہی تھی۔ بعد کی مجلسوں میں اس تصریح کا التزام، غالباً غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، لیکن ساری مجلسوں میں اتفاق اور کبھی کبھی نہیں بلکہ بار بار اور کثرت سے جن چیزوں کا ذکر ملتا ہے وہ نماز اور روزہ ہیں، اور نوافل و سنن اور قرآن اور تراویح! اور پھر احترام شریعت و اتباع سنت کی تاکیدیں!

فقر و تصوف، شیخ کی نظر میں، نرے وجد و حال، ذوق و کیف کا نام نہ تھا، بلکہ ظاہر و باطن دونوں کی آراستگی کا نام تھا۔ اس تصریح کے بعد کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے، لیکن باطن خراب اور متعبد کہلاتے ہیں کہ گو طاعت بہت کرتے رہتے ہیں، لیکن دل ان کا دنیا ہی میں پھنسا رہتا ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کا ظاہر خراب ہوتا ہے، اور باطن آراستہ، اور یہ مجذوب کہلاتے ہیں، کہ گو اُن کا دل حق سے اٹکا ہوتا ہے تاہم یہ عمل سے محروم ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی خراب ہوتے ہیں، اور یہ عوام کالانعام ہوتے ہیں، شیخ فرماتے ہیں کہ ان تینوں طبقوں کے علاوہ چوتھا طبقہ . . . . جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں، اور یہی طبقہ

Marfat.com

وطائفہ کہ ہم ظاہر ایشان آراستہ	جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ
باشد و ہم باطن آں مشائخ اند صفحہ ۱۳۴	ہوتے ہیں، یہی لوگ مشائخ (فقراء) ہیں

اہل طریق اتنا ہی نہیں کہ عموماً و عادتاً احکام شریعت کے پورے پابند رہتے ہیں۔ بلکہ کسی حال میں بھی فرائض کو ترک نہیں ہونے دیتے، استغراق و تحیر کی ایک منزل ایسی آتی ہے کہ یہاں پہنچ کر اگر تکلیفات شرعی کے ساقط ہونے کا دعویٰ کیا جائے، تو عجب نہیں کہ چل جائے لیکن نظام الاولیاء کی قوت ایمانی کو اتنی رعایت بھی گوارا نہیں، ایک بار مجلس میں ایسے متحیروں کا ذکر ہوا جو دنیا و مافیہا سے بالکل بےخبر رہتے تھے، ایک صاحب نے اپنا مشاہدہ عرض کیا کہ فلاں مقام پر میں نے چند متحیروں کو دیکھا جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے برابر عالم حیرت میں رہا کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو ہوش میں آکر نماز پڑھ لیتے تھے، اور اس کے بعد پھر اسی عالم تحیر میں واپس پہنچ جاتے تھے، خواجہ نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد ہوا

ہمچنیں باشد کہ گفتی، اگرچہ شب و روز	بے شک ایسا ہی ہوگا جیسا تم نے بیان
متحیر باشند اما نماز ایشان فوت نہ	کیا، تحیر میں دن رات رہیں لیکن ان کی
شود، از جہت ایں تحیر حکایت	نماز چھوٹنے نہیں پاتی، اس سلسلہ
شیخ الاسلام حضرت قطب العالم	میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ
خواجہ قطب الدین بختیار اوشی	قطب الدین بختیار اوشی کی تحیر کی
فرمود قدس سرہ کہ او را ہمچنیں	حکایت بیان فرمائی کہ انتقال
چہار شبانہ روز تحیر بود در وقت	کے وقت مسلسل چار شب و روز ان
نقل (صفحہ ۱۴۴)	پر تحیر طاری رہا،

خواجہ قطب الدین بختیار کے وصال کی حکایت عام طور پر مشہور ہے ایک محفل سماع برپا تھی، نوبت جب غزل کے اس شعر کی آئی کہ

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو قطب عالم کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی، جب خانقاہ سے گھر لائے گئے تو مدہوش و متحیر تھے، بس یہی کہے جاتے تھے، زبان اسی شعر کی تکرار کیے جاتی [illegible]

Marfat.com

شیخ کی زبان سے سنیئے :-

ہمیں بیت پیش او می گفتند او	اسی شعر کی تکرار برابر ان کے سامنے ہو
ہمچناں متحیر می بود، چوں وقت	رہی تھی۔ اور اسی طرح مدہوش تھے۔
نماز در آمد نماز می گزارد و باز	جب نماز کا وقت آتا نماز پڑھ لیتے
ہمیں بیت بگویاند، حالتے حیرتے	اور پھر اسی شعر کی تکرار کرانے لگتے۔
پیدا می آمد، چہار شبانہ روز	اور حال وحیرت کا عالم ان پر طاری
ہم بریں حال بود، شب پنجم	ہو جاتا۔ چار شب و روز برابر یہ حالت
رحلت نمود (صـــ۱۴۴)	رہی، پانچویں شب کو انتقال فرمایا۔

اللہ! اللہ! کس درجہ کا اہتمام اتباع شریعت میں تھا! یعنی مدہوشی میں بھی ادائے فرائض کا ہوش! ——— ایک مستی اور مدہوشی اس خواجہ چشت کی تھی کہ اپنے کھانے پینے، سونے جاگنے، اوڑھنے پہننے، زندگی و ضروریات زندگی کی طرف سے یکسر مدہوش و بےخبر، لیکن اللہ کے باندھے ہوئے فرض کے لئے باہوش و باخبر! اور ایک مستی آج کے "مستوں" اور "قلندروں" کی ہے کہ اپنے ہر آرام و آرائش بلکہ لطف ولذت کا ہوش اور صرف اللہ کے باندھے ہوئے فرائض کے باب میں مدہوش و بےخبر!

شیخ جس وقت التفات و شفقت خاص فرماتے اس وقت بھی تاکید، طاعت و عبادت ہی کی کرتے، جامع ملفوظات کہتے ہیں کہ ۱۰ شعبان ۷۰۹ھ کو جب حضوری نصیب ہوئی تو

بندہ را پیش طلبید، فرمود کہ باید	بندہ کو اپنے پاس طلب فرمایا اور
کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت و	ارشاد کیا کہ ہمیشہ طاعت و عبادت
عبادت باشی و بہ اوراد و ادعیہ	میں اور دعاؤں کے ذریعہ سے مشغول
اگر ہم مطالعہ کتاب مشائخ باشد،	رہو، خواہ کتب مشائخ ہی کا مطالعہ ہو
مشغول باشی و بے کار نہ باشی۔	بہر حال مشغول رہو، بے کار
(صـــ۲۴)	نہ رہو۔

اسی طرح ۲۹ جمادی الاُخریٰ ۷۱۳ھ کی مجلس کے تحت میں ذکر ہے کہ سعادت قدم بوسی

حاصل ہوئی۔ نماز جماعت کے فضائل کا تذکرہ ہوا، بندہ سے ارشاد ہوا کہ نماز باجماعت ہی پڑھنی چاہیئے، بندہ نے عرض کیا کہ مکان کے قریب مسجد تو ضرور ہے لیکن مکان سے اٹھ کر اگر ہم وہاں جائیں تو گھر پر کوئی کاغذ، کتاب وغیرہ کی حفاظت کے لیے موجود نہیں رہتا۔ اس لیے مکان ہی پر جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جماعت سے ضرور پڑھنا چاہیئے، اور بہتر یہی ہے کہ مسجد میں پڑھی جائے۔" (ص ۱۰۲)

ایک اور موقع پر حضرت سلطان المشائخؒ ایک اور بزرگ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اوراد و تسبیح، نماز و روزہ ان سب کی مثال دیگ کے مصالحہ کی ہے، اور دیگ کا گوشت ترکِ دنیا ہے، سو جس طرح محض نمک اور گھی اور مصالحہ ڈال دینے سے قورمہ نہیں تیار ہو سکتا جب تک گوشت بھی نہ ملایا جائے، اسی طرح حب دنیا کے ترک کیے بغیر سارے اعمال بے نتیجہ ہیں۔

لیکن جس طرح گوشت اگر موجود ہے تو سب کچھ موجود ہے اسی طرح ترک دنیا اگر موجود ہے تو اہل طریق کے پاس بچا خود دنیا

لیکن خود ترک دنیا کا مفہوم بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ جوگ اور رہبانیت کے مترادف قرار پا جائے، شیخ فرماتے ہیں:

ترک دنیا آں نیست کہ کسے خود را — ترک دنیا کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنا

برہنہ کند مثلاً لنگوٹہ بہ بندد و — لباس اتار دے یا لنگوٹا باندھ لے

بنشیند، ترک دنیا آں است کہ — ترک دنیا کے معنی یہ ہیں کہ انسان لباس

لباس بہ پوشد و طعام بخورد اما آنچہ — بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے لیکن جو

میرسد روا بدارد و بہ جمع او — [illegible]

میل نکند و خاطر را متعلق بغیر — [illegible]

نہ آورد ترک دنیا ایں است — [illegible]

ان اوراق میں یہ بار بار آ چکا ہے کہ طریقت شریعت سے جدا نہیں۔ اس کی منافات نہیں، بلکہ شریعت ہی کے مغز یا عطر یا روح کا نام ہے۔ فقہاء نے شریعت کے ظاہری پہلو کو لے لیا، اور فقراء نے اپنی نظر باطنی پہلو پر جمائے رکھی۔ شیخ کے ملفوظات میں اسی خیال کی تکرار ملتی ہے۔

Marfat.com

ایک روز شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ سیاحی کرتے ہوئے بدایوں وارد ہوئے اور یہاں قیام فرمایا، ایک روز قاضی شہر کے مکان پر ملنے گئے، خدمت گاروں نے کہا کہ ابھی قاضی صاحب نماز میں مشغول ہیں، شیخ نے تبسم کے ساتھ فرمایا، قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں"؟ دوسرے قاضی صاحب شیخ کی قیام گاہ پر آئے، اور بولے "کل آپ نے یہ کیسے کہہ دیا تھا کہ قاضی نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں؟ میں تو مسائل و احکام نماز پر کتابیں لکھ چکا ہوں"! شیخ نے کہا "عالموں کی نماز دوسری ہوتی ہے، اور فقیروں کی دوسری" قاضی صاحب بولے "کیا فقیر کوئی اور قرآن پڑھتے ہیں؟ یا رکوع اور سجدہ کسی نئے طریقہ پر کرتے ہیں، شیخ نے فرمایا عالموں کی نماز بس اسی قدر ہے کہ کعبہ کو نظر میں کریں، یا اگر دور ہیں تو جہت کعبہ کو، اور اگر اس کا بھی پتہ نہ چل سکا تو اندازہ سے جہت کعبہ کو تصور کرکے نماز شروع کردی لیکن درویشوں کی نماز یوں نہیں ہوتی، وہ جب تک عرش الٰہی پر نظر نہیں جما لیتے، نماز نہیں شروع کرتے ۲۲-۲۱ محبت اور سچی محبت کیا شے ہے؟ اس کا جواب عاشقوں کے اسی سردار کی زبان سے سن لیجئے فرماتے ہیں:-

صدق محبت متابعت سنت — سچی محبت پیروی ہی کا دوسرا نام ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں کہ محبت کا نقشہ جم جانے کے بعد معصیت کی جرات ہی کیسے باقی رہ سکتی ہے،

چوں کسے محب ایشاں شد ہر آئنہ
متابعت ایشان کند واز ناشایستہ
دور باشد، چوں ایں چنیں
شود ہر آئینہ گناہ نہ نویسند،
آں گاہ فرمودہ کہ تا محبت حق
در غلاف قلب باشد امکان
معصیت ست اما چوں محبت
در سویدا ر قلب در آید بیش

جب کوئی اُن سے محبت کرے گا تو یقیناً اُن کی پیروی بھی کرے گا اور اعمال ناشایستہ سے دور رہے گا، اور جب ایسا ہوگا تو لامحالہ اس کے گناہ بھی نہ لکھے جائیں گے، پھر ارشاد ہوا کہ محبت حق جب تک غلاف قلب میں ہے گناہ کا امکان باقی ہے، لیکن جب محبت سویدار قلب میں گھر کر جاتی ہے تو معصیت کا امکان نہیں باقی

Marfat.com

امکان معصیت نہ باشد (صـ ۲۰۹) (رہتا یعنی عاشق صادق سے نافرمانی ممکن کیونکر ہے؟)

یہاں باجہ کے ساتھ سماع سرے سے جائز ہی نہ تھا۔

کسے از حاضرین گفت کہ ہمدریں روزہا بعضے از درویشانِ آستانہ دارد بر مجمع کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقصہا کردند، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ نیکو نہ کردہ اند، انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ ست (صـ ۲۲۷)

حاضرینِ محفل میں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک روز آستانہ مبارک کے حاضر باش بعض درویش ایسے مجمع میں جس میں چنگ و رباب و مزامیر تھے، رقص کر رہے تھے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ بُرا کیا، جو شے شرعاً ناجائز ہے، وہ بُری ہے۔

جب درویش لوٹ کر آئے تو ان پر گرفت ہوئی کہ اس مجلس میں باجہ بھی تھا تم نے سماع کیسے سنا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ "ہم سماع میں اس قدر غرق و مست ہو گئے کہ ہمیں باجہ کے ہونے نہ ہونے کا پتہ ہی نہ چلا" حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ جواب لغو ہے، وہ عمل معصیت ہی لکھا جائے گا" (صـ ۲۲۷)

ایک اور بار کا ذکر ہے، ایک شخص نے آکر خدمت والا میں عرض کی کہ فلاں مقام پر آپ کے مرید باجہ کے ساتھ سماع سن رہے تھے، شیخ نے ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ "بے جا حرکت کی ہے، میں کہہ چکا ہوں کہ باجہ نہ ہو" پھر اس کی تائید و تصریح میں فرمایا کہ نماز اگر جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو، اور جماعت میں عورتیں بھی شامل ہوں، اور نماز میں امام کو سہو ہوا ہو، تو [illegible] کہہ کر امام کو متنبہ کر سکتے ہیں، لیکن عورت اگر لقمہ دینا چاہے، تو آواز نہ نکالے [illegible] کے کان میں جانے کی، بلکہ صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو متوجہ کرے [illegible] رکھے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر نہ مارے کہ یہ تالی بجانے کی سی شکل ہو گی اور وہ لہو میں داخل ہے، بلکہ ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی کی پشت پر مارے تو جب لہو کے درجہ کی چیز [illegible] یہ احتیاط ہے کہ دستک تک کی اجازت نہیں، تو باجہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے (صـ ۹)

لوگوں نے کہیں سے سن پایا کہ شیخ سماع سنتے تھے اور [illegible]

Marfat.com

لئے پھرتے ہیں، ظالموں کو اس کی خبر ہی نہیں، کہ آپ کے ہاں قیدیں اور شرطیں کیسی کیسی کڑی لگی ہوئی ہیں،

گفت ہر گاہ کہ چند چیز جمع شود
سماع آنگاہ شنود، وآں چند
چیز چیست؟ مسمع و مسموع و
مستمع وآلت سماع۔ آنگاہ ایں
تقسیم را فائدہ فرمود و گفت کہ
مسمع گوئندہ ست او می باید کہ
مرد باشد و مرد تمام بود، کودک نہ
باشد و عورت نہ باشد، مسموع
آنچہ می گویند، باید کہ ہزل و فحش نباشد
مستمع آں کہ می شنود او ہم باید کہ
بر حق بشنود و مملو از یاد حق باشد
آلت سماع چوں چنگ و رباب و
امثال آں باید کہ در میان نہ باشد
ایں چنیں سماع حلال است اھ ۲۴۶

فرماتے تھے کہ سماع اس وقت ہے جب
یہ چند چیزیں اکٹھا ہو جائیں اور وہ چند
چیزیں ہیں کیا؟ ایک مسمع دوسرے
مسموع تیسرے مستمع، چوتھے آلہ سماع،
پھر اس قسم کی شرح یوں فرمائی، مسمع
سے مراد گانے والا ہے، اسے مرد
بالغ ہونا چاہئے امرد اور عورت نہ ہو،
مسموع سے مراد کلام ہے، کلام میں ہزل
فحش کی آمیزش نہ ہو، مستمع سے مراد
سننے والا ہے، اسے چاہئے کہ اللہ کے
لئے سنے، اور اس کا دل یاد الٰہی سے
لبریز ہو، اور آلہ سماع مثل چنگ و
رباب وغیرہ کے کچھ نہ ہو، جب یہ شرائط
جمع ہولیں جب جاکر سماع جائز ہوگا،

آج عرس کے کتنے مجمعوں اور قوالی کی کتنی محفلوں میں یہ شرطیں اور قیدیں پوری نہ سہی آدھے درجہ میں بھی ملحوظ رہتی ہیں؟ کتنے سماع خانوں کی مجلسیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں لیکن اتنی شرطوں اور قیدوں والے سماع سے متعلق بھی ابھی قول فیصل باقی ہے،

سماع صوتے ست موزوں چرا حرام
باشد، دیگر تحریک قلب ست اگر
آں تحریک بہ یاد حق باشد مستحب ست

سماع تو محض آواز موزوں کا نام ہے، محض
اتنے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں لیکن
ساتھ ہی قلب کی بھی تو تحریک ہوتی ہے،

Marfat.com

واگر میل بہ فساد باشد حرام بود۔ (صـــ۲۴۶)

سو اگر یہ تحریک اللہ کی یاد کی موجب ہو تو مستحب ہے لیکن اگر اس میں خرابی کا جزو ہو تو حرام ہے۔

جس سماع چشتیہ کی اتنی دھوم تھی۔ اس کی کل حقیقت آپ نے دیکھ لی؟ سب سے بڑی اور تاکیدی شرط یہ ہے کہ باجہ کسی قسم کا نہ ہو۔ تالیاں تک نہ بجنے پائیں۔ پھر گانے والے بالغ مرد ہوں، عورتوں اور لڑکوں کے گانے کے جواز کی کوئی صورت ہی نہیں، پھر کلام بھی سرتاسر حقانی ہو، جذبات نفسانی کو چھیڑ کانے والا نہ ہو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سننے والا تمام تر مرد حق ہو، جذبات نفسانی سے لذت لینے والا نہ ہو، یہ سب شرطیں اکٹھی ہو لیں۔ جب جاکر سماع درست ہوگا۔

Marfat.com

باب [1]

منطق الطیر

(از شیخ فریدالدین عطارؒ)

ا۔ مصنّف

مسلّم و مستند کتب تصوف میں ایک بڑا حصّہ کلام نظم کا ہے۔ نثر پر گفتگو ہو چکی، اب نظم کا سرسری جائزہ لینا ہے۔ پہلے نمبر پر حضرت عطارؒ ہیں جن کا نام حکیم سنائی کے ساتھ ساتھ زبانوں پر آتا ہے۔

اسم مبارک محمد بن ابی بکر ابراہیم۔ کنیت ابو حامد یا ابو طالب، لقب فریدالدین۔ تخلص عطار، عام زبانوں پر اسم مشہور فریدالدین عطار۔

ولادت مضافات نیشاپور میں ہوئی، مزار بھی وہیں ہے۔

سنہ ولادت ۵۱۳ھ۔ سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ نفحات الانس کی روایت کے مطابق ۶۲۷ھ، عمر کے بہت طویل ہونے پر سب تذکرے متفق ہیں۔ سبب وفات بھی سب کو مسلم ہے، یعنی "تاتاریوں کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ابتداء میں ایک بڑے دواخانہ کے مالک تھے۔ ایک روز اپنے کاروبار میں تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدا لگائی کہ اللہ کے نام پر کچھ دلاؤ۔ یہ کچھ خبر نہ ہوئے۔ اس نے صدا پر صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے تو جان کیسے دوگے؟

---

[1] ماخذ:۔ نفحات الانس (جامی)، (۲) "تذکرہ ہفت اقلیم (امین رازی)، (۳) "تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ سمرقندی)، (۴) مفتاح التواریخ (ولیم ٹامس بیل)۔

Marfat.com

جھنجھلا کر بولے " جیسے تم مرو گے "۔ فقیر نے کہا، " بھلا میری طرح کیا مرو گے؟ " یہ کہا اور سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا، زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور رُوح پرواز کر گئی۔ شیخ کے قلب پر بڑا اثر پڑا، دواخانہ کھڑے کھڑے لٹا دیا اور خود اُسی وقت سے درویشی اختیار کر لی۔

پہلے شیخ رکن الدین اسکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کیے۔ پھر سفرِ زیارت بیت اللہ کو نکلے اور بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہے۔ بالآخر شیخ مجد الدین بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور آگے چل کر سلوک و عرفان کے وہ مراتب طے کیے کہ خود مرشد کے لیے باعثِ فخر ہوئے۔

جلالتِ قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا روم کے کلیات میں شیخ کا نام گویا مقتدا و پیشوا کی حیثیت سے آیا ہے اور ان کی عظمت کا بار بار اعتراف ہے۔ مثلاً ؎

گرد عطار گشت مولانا　　　شربت از دستِ شمس بود ش نوش

ایک اور غزل میں ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم او　　　ما در پئے سنائی و عطار آمدیم

یا ایک اور موقع پر ؎

ہفت شہرِ عشق را عطار گشت　　　ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

اسی تعظیم و احترام کے ساتھ مثنوی میں بھی جا بجا نام لیا ہے، اور ان کے اشعار اپنے کلام میں نظم کیا ہے۔

اور ملا جامی لکھتے ہیں:

آں قدر اسرارِ توحید و حقائق اذواق　　　توحید کے جتنے اسرار و حقائق اور وجد
و مواجید کہ در مثنویات و غزلیات وے　　　و حال کے جتنے لطف و حقائق ان کی
اندراج یافتہ در سخنان ہیچ از ایں طائفہ　　　مثنویوں اور غزلوں میں جتنے ہیں اسنے
یافت نمی شود جزاہ اللہ سبحانہ　　　طبقۂ صوفیہ میں اور کسی کے یہاں نہیں
عن الطالبین المشتاقین خیر الجزاء　　　خدا ان کو تمام طالبین و مشتاقین
(نفحات صفحہ ۶۶)　　　کی طرف سے جزائے خیر عنایت کرے

نظم و نثر میں تصنیفات بڑی تعداد سے چھوڑی ہیں۔ بعض واقفوں کے مطابق تو

Marfat.com

اُن کی تعداد قرآنی سورتوں کے ہم عدد یعنی ۱۱۴ ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں بھی روایت اختیار کی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں سہ

ہمان خریطہ کش دارو ے فنا عطار　　که نظم اوست شفابخش عاشقان حزین

مقابل عدد سورہ کلام نوشت　　سفینہائے عزیز و کتابہائے گزین

اس تعداد کی صحت کا علم تو عالم مطلق ہی کو ہے۔ البتہ ذیل کی کتابیں مستند کہی جا سکتی ہیں اور اُن میں سے بعض تو بہت مشہور بھی ہیں:۔

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ۲ جلد (نثر میں قدمائے صوفیہ کا مفصل تذکرہ)

۲۔ منطق الطیر (اسی پر تبصرہ آگے آتا ہے)

۳۔ مصیبت نامہ

۴۔ اسرار نامہ

۵۔ الٰہی نامہ

۶۔ دیوان

۷۔ جبیر نامہ

۸۔ پند نامہ

۹۔ وصیت نامہ

۱۰۔ خسرو دگل

۱۱۔ شرح القلب

شیخ کی جانب منسوب ایک کتاب لسان الغیب کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں موجود ہے۔ لیکن اس کے جو اشعار مصنف کی شیعیت کے ثبوت میں پیش کیے گئے ہیں، وہ خود اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ کتاب شیخ کی نہیں ہو سکتی۔ شیخ کا اہل سنت ہونا اپنی جگہ پر ثابت ہے اور یہ کلام کسی اہل سنت کا نہیں ہو سکتا۔

مزاج میں خاکساری اور فروتنی جس درجہ کی تھی، اس کی شہادت تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ کی سطر سطر دے رہی ہے۔ اپنے کو سب سے زیادہ حقیر و ناچیز سمجھتے تھے، و شاید

Marfat.com

پر اسی انکسار و تواضع ہی کی مقبولیت کا ثمرہ ہے کہ آج ان کا نام سرآمد عاشقاں و سرتاج عارفاں کی حیثیت سے زندہ و روشن ہے!

شہادت کا واقعہ تذکروں میں یوں درج ہے کہ تاتاریوں کے عین ہنگامہ میں ایک سپاہی نے شیخ کو گرفتار کیا۔ ایک راہگیر نے بڑھ کر کہا کہ "دیکھنا اس پیر مرد کو قتل نہ کر دینا۔ دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں کہ ان کو چھوڑ دو۔" شیخ نے کہا "خبردار! اتنے پر فروخت نہ کر دینا۔ میں اس سے کہیں زیادہ قیمت رکھتا ہوں۔" سپاہی خوش ہوا کہ دولت اس سے بھی بڑھ کر ہاتھ آنے کی۔ آگے بڑھے ایک اور شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میاں سپاہی اس بوڑھے کو مجھے دے ڈالو۔ میں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضہ میں دیتا ہوں۔ شیخ بولے "ہاں دے ڈالو کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔" سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے گئیں۔ جھلا کر وہیں معاً سر تن سے جدا کر ڈالا۔ [illegible]

۱۔ [illegible]

ابتدا سے جن کتابوں سے تعارف ہوا [illegible] معارف روحانی و حقائق عرفانی کو نظم میں ادا کرنے کی بنیاد [illegible] کمال پر پہنچایا۔ سنائی، [illegible] عراقی، [illegible] ابو سعید ابوالخیر [illegible] بڑے شاعر ہیں۔ اور مولانا روم نے تو [illegible] ایک ممتاز و منفرد [illegible] [illegible]

تذکرۃ الاولیا [illegible] [illegible] حسام الدین چلپی [illegible] [illegible]

ارشاد فرمانی جانے۔ ادھر فرمائش کی تعمیل فرمائش سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی۔

مثنوی معنوی اور منطق الطیر کا وزن ایک ہے، موضوع ایک ہے۔ اور انسانوں سے اخلاق و معرفت کے درس حاصل کرنے کا اسلوب ایک ہے۔ مولانا نے عطار کا حقِ تقدم اپنی مثنوی میں جا بجا تسلیم کیا ہے۔ اور جا بجا ان کے اشعار کو اپنے کلام میں ضم کرتے گئے ہیں۔

مضامین کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ حمد و نعت و منقبت خلفاے اربعہ کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہے۔ افسانہ کے اشخاص (یا آج کی زبان میں کردار) بجاے انسانوں کے چند پرندے فرض کیے ہیں، ہُدہُد، طوطی، مرغ، فاختہ، قمری، بلبل، باز وغیرہا۔ ایک روز یہ سب پرندے یکجا ہوتے ہیں اور اپنا بادشاہ منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ ہدہد، سیمرغ کا نام پیش کرتا ہے اس پر دوسرے پرندے معترض ہوتے ہیں۔ ہدہد ایک ایک کا اعتراض سنتا اور الگ الگ سب کو جواب دیتا ہے۔ آخر اس پیامبر حق و عرفاں (ہدہد) کی تبلیغ و تفہیم سے تمام طیور شاہِ شاہان سیمرغ کے حلقۂ اطاعت و انقیاد میں آجاتے ہیں۔ سوالات وہی ہیں جو عموماً ہر طالب و سالک کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے جوابات، جادۂ سلوک و طریقت کے مختلف مقامات ہیں۔

لفظ منطق الطیر قرآن مجید ہی کی ایک آیت سے ماخوذ ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاؤدَ قَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (نمل ع ۲) ہدہد طیورِ سلیمان میں فہم و دانش میں سب سے ممتاز تھا، اس لیے شیخ نے طریقت کے حقایق و معارف اسی کی زبان سے ادا کرائے ہیں۔

حمد بہت مفصل لکھی ہے۔ سب سے زیادہ زور بندہ کی بیچارگی، بے علمی درماندگی پر ہے۔

لب بدوز از عرش و ز کرسی مپرس	گرچہ یک ذرہ ہمی پرسی مپرس
عقل تو چوں در سرِ موے بسوخت	ہر دو لب باید ز پرسیدن بدوخت
کس نہ داند کنہ یک ذرہ تمام	چند گویم کس نہ داند والسلام
	(ص ۳)

اسماے مبارک حکیم و لطیف کی تجلیات حیرت انگیز ہیں۔ عقل بشری حوادث فطرت کو

Marfat.com

دیکھ دنگ رہ رہ جاتی ہے۔ انبیاے کرام تک کو عجیب و غریب حالات میں رکھا گیا ہے ؎

سوے کنہ خویش کس را راہ نیست — ذرہ از ذرہ آگاہ نیست

درنگر اول کہ با آدم چہ رفت — عمر باباو دریں عالم چہ رفت

باز بنگر نوح در غرقاب کار — تا چہ برد از کافراں سال ہزار

یعقوبؑ کی سرگردانی و گریہ زاری۔ یوسفؑ کی غلامی اور اسیری۔ ایوبؑ کی ستم کشی و برداشت مصائب، یہ چند نمونے ہیں باقی تقریباً تمام انبیا کی زندگی طلسم ساز فطرت کی انہی کرشمہ زائیوں کا ایک مسلسل مظہر ہے۔ اور تو اور خود سرور انبیا تک کی حیات طیبہ اسی قسم کے خوارق فطرت سے لبریز ہے ؎

عنکبوتے را بہ حکمت دام داد — صدر عالم را درو آرام داد

معرفت باری کی صورت صرف یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو اس ہستی مطلق میں گم کردے ؎

تو مباش اصلا کمال ایں ست و بس — تو درو گم شو وصال ایں ست و بس

تو درو گم شو حلول ایں بود — ہر چہ آں نبود فضول آں بود [illegible]

اس تک رسائی کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی بے بسی و عجز کا اعتراف کیا جائے، بجائے خدا سے ڈرنے کے خود اپنے سے ڈرا جائے، اور بارگاہ ارحم الراحمین میں تضرع [illegible] مناجات کی جائے، کہ خدا اپنے درد و محبت کا ایک ذرہ ہی عنایت کردے ؎

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود — کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

لوگ تو تجھ سے ڈرتے ہیں لیکن میں اپنے ہی سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے کہ تجھ سے تو بھلائی ملا ہے اور اپنے سے مجھ برائی ملا۔

اے خلیلت نا امید نا امید کس — [illegible]

تیرے فضل و رحمت سے آج تک کوئی مایوس نہیں ہوا ہے۔ تیری ہی عنایت [illegible] ہمیشہ کو کافی ہے۔

بر کرانہ شش نیست [illegible] — [illegible] مباد از آنکہ [illegible]

Marfat.com

جو دل تیرے درد سے لطف لینے والا نہیں، وہ نالائق کسی خوشی کے قابل بھی نہیں۔

ذرہ دردم دہ اے درمانِ من	زانکہ بے دردت بمیرد جانِ من

اے میرے طبیب درد و محبت کا ایک ذرہ عنایت کر، کہ تیرے درد محبت کا نہ ہونا

تو میری جان کی موت ہے۔

کفر کافر را و دیں دیندار را	ذرۂ دردت دلِ عطار را (امص ۱۴)

کافر کو کفر مبارک رہے اور دیندار کو دین اور عطار کو تیرے درد کا ایک شمہ!

نعت گوئی شیخ عطار کا خاص جوہر ہے، کہنا چاہیے کہ اس صنف سخن کے مالک ہیں

خلوص و نیاز کا رنگ لفظ لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے ؎

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا	صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفےٰ

آفتابِ شرع و دریائے یقیں	نورِ عالم رحمۃ للعالمین

خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ	آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ

پیشوائے ایں جہان و آں جہاں	مقتدائے آشکارا و نہاں

خواجۂ کز ہرچہ گویم بیش بود	وز ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

آفرینش را بجز او مقصود نیست	پاکدامن تر از و موجود نیست

عقل را در خلوت او راہ نیست	علم نیز از وقت او آگاہ نیست

رفت موسیٰ بر بساطِ آنجناب	خلع نعلیں آمدش از حق عتاب

باز در معراج شمعِ ذوالجلال	می شنید آوازِ نعلینِ بلال

موسیٰ عمراں چوں آں دولت بدید	جاکر او را چنیں قدرت ندید

گفت یارب امتِ او کن مرا	در طفیل ہمت او کن مرا

حضرات انبیا کے درمیان تفاضل امتی کو زیب نہیں دیتا، بلکہ ایک حد کے آگے تو

قطعاً ناجائز ہے، لیکن اگر زیادہ سے زیادہ ان حدود تک رہے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

آگے مناقب خلفاء اربعہ کا بیان ہے۔ بعض حلقوں میں عطار کو امامیہ مشہور کرنے

کی عجیب کوششیں ہوئی تھیں اور اس کی تائید میں جو لغو اشعار ان کی جانب منسوب کیے گئے ہیں

Marfat.com

ذرا اس کو پیشِ نظر رکھ کر ذیل کی مدحِ صحابہ سننے کے قابل ہے۔ ابتداءً افضل البشر بعد از انبیاءؑ سے ہوتی ہے ؎

خواجۂ اوّل کہ اوّل یارِ اوست　　ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست
صدرِ دیں، صدیقِ اعظم قطبِ حق　　در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از بارگاہِ کبریا　　ریخت در صدرِ شریفِ مصطفیٰ
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت　　لاجرم تا بود از و تحقیق ریخت

فاروقِ اعظمؓ کی جلالتِ قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

خواجۂ شرع آفتابِ شرعِ دیں　　ظلِّ حق فاروقِ اعظمؓ شمعِ دیں
ختم کردہ عدل و انصافش بحق　　تا فراست بردہ بر جیش سبق
آنکہ دارد بر صراط اوّل گذر　　ہست او از قولِ پیغمبر عمرؓ

ذوالنورینؓ کی فضیلتِ راتب پر روشنی ڈالنے کے لیے اشعارِ ذیل کافی ہیں ؎

خواجۂ سنت کہ نورِ مطلق است　　بل خداوندِ دو نورِ بر حق است
آنکہ غرقِ قدسِ قرآں آمدست　　صدرِ دیں عثمانؓ عفّاں آمدست
رونقے کاں عرصۂ کونین یافت　　از دلِ پر نورِ ذوالنورین یافت
یوسفِ ثانی بہ قولِ مصطفیٰ　　بحرِ تقویٰ و حیا کانِ وفا

اہلِ سنت کا عقیدۂ صحیح ناقص و ناتمام رہ جانے کا اگر حضرت علی مرتضیٰؓ کے حضور [illegible] عقیدت کا گلدستہ نہ پیش کیا گیا ؎

خواجۂ حق پیشوائے راستیں　　کوہِ حلم و بحرِ علم و قطبِ [illegible]
ساقیِ کوثر امامِ رہنمائے　　ابنِ عمِّ مصطفیٰ [illegible]
مرتضیٰ و مجتبیٰ زوجِ بتول　　خواجۂ معصوم و داماد رسول
مقتدائے دیں باستحقاق اوست　　مفتیِ مطلق علی الاطلاق اوست

اس کے بعد حضرت واسطی کے ساتھ انہی ورق اس موضوع کی [illegible]
لوگ خلفائے ثلاثہ سے تعصب رکھتے ہیں، وہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی عقیدت سے [illegible]

Marfat.com

دشمن ہیں اور اس قول کی تائید میں آپ کی سیرت مبارک سے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔

ہُد ہُد یا پیغمبرِ حق تمام طیور جمع ہونے پر انہیں دعوت دیتا ہے کہ سب اپنے کو سلطانِ مطلق کی حکومت و انقیاد میں لے آئیں اور یہ مرتبہ سلطانی حق سیمرغ کا ہے۔ ساتھ ہی وہ اس سیمرغ کے اوصاف بھی بیان کرتا ہے۔ ان صفات پر نظر کرنے سے سمجھ میں خود آجاتا ہے کہ سیمرغ سے کنایہ کس ذاتِ عالی کا ہے اور افسانہ کے پردہ میں کن حقائق و معارف کی تلقین ہو رہی ہے۔

نام او سیمرغ سلطانِ طیور — او بما نزدیک و ما زو دور دور
صد ہزاران پردہ دارد بیشتر — ہم ز نور و ہم ز ظلمت پیشتر
در دو عالم نیست کس را زہرہ — کہ تواند یافت از وے بہرہ
دائما او پادشاہ مطلق است — در کمالِ عزّ خود مستغرق است
نے پرورہ نے شکیبائی ازوست — صد ہزاران خلق سودائی ازوست
ہیچ دانائے کمالِ او ندید — ہیچ بینائے جمالِ او ندید

یعنی وہ ہم سب کا بادشاہ ہم سب سے متصل ہے۔ ہم ہی البتہ اس سے بیگانہ ہیں وہ لاکھوں پردوں میں ہے اور اس کا وجود نور و ظلمت دونوں سے قبل سے ہے۔ کائنات میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس سے ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ وہ سب کا ازلی و ابدی بادشاہ مطلق ہر وقت اپنے شانِ کمال میں غرق ہے۔ ہزار ہا مخلوق اس غم میں پریشان ہے۔ کہ نہ اس تک رسائی کی راہ ملتی ہے۔ اور نہ اس کی طرف سے صبر کر کے بیٹھ جانا ممکن ہے۔ نہ کوئی عقل اس کے کمال کو آج تک پہنچ سکی ہے، نہ کوئی آنکھ اس کے جمال سے مشرف ہو سکی ہے۔

باقی ساری کتاب اسی حقیقۃ الحقائق، اسی ذات علی الاطلاق، اسی ہستی وراء الورا کی توصیف اور اس تک رسائی کی تدبیر اور منازل سفر کی تفصیل کی نذر ہے۔

چند مضامین و مطالب بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں، یہی اندازہ ساری کتاب کا ہے۔

راہ طلب و سلوک میں سب سے بڑا رہزن نفس کا شوق جاہ و زر ہے۔ انسان بڑی بڑی ریاضتیں گوارا کر لیتا ہے۔ سخت سے سخت مجاہدے جھیل لے جاتا ہے، مگر

Marfat.com

خلق میں اُس کے زہد وعبادت کی شہرت ہو جائے، حالانکہ یہی حب جاہ اس سفر میں سخت ترین سنگ گراں ہے۔ شیخ شبلی ایک مرتبہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ بڑی تلاش کے بعد مخنثوں (زنانوں) کے ایک گروہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ملے۔ آنکھیں تر اور ہونٹ خشک۔ کسی نے حیرت کے ساتھ سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ جیسے یہ لوگ نہ عورت ہیں نہ مرد۔ میں بھی راہ دین میں نہ مرد ہوں نہ عورت۔ بداعمالیوں کی کثرت سے میری زندگی خود میرے لیے باعث شرم ہے۔ عارف کو چاہیے کہ اسی طرح اپنے کو ذلیل وخوار رکھے۔

ہمچو مرداں ذل خود کن اختیار — گرد و پر استاد کاں عز [illegible]
گر تو ہیچ آئی ز موئے در نظر — خویشتن را از بتے سازی بتر
مدح و ذمت گر تفاوت میکند — بتگرے باشد کہ او بت می کند
گر تو حق را بندۂ بتگر مباش — ور تو مرد ایزدی آزر مباش
نیست ممکن درمیان خاص و عام — از مقام بندگی برتر مقام
چوں ترا صد بت بود در زیر دلق — چوں نمائی خویش را صوفی بخلق
اے مخنث جامۂ مرداں مدار — خویش را زیں بیش سرگرداں مدار

ایک مرتبہ قاضی شہر کے پاس دو صاحب اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرانے آئے۔ دونوں لباس اور ظاہر سے صوفی بنے ہوئے تھے۔ قاضی انھیں تنہائی میں لے گئے اور بڑی نصیحت [illegible] کہ جسم پر لباس تو یہ ترک وتسلیم کا، اور دل بدستور ان ہی جھگڑوں میں الجھا ہوا [illegible] دل ترک پر آمادہ نہیں تو یہ لباس ہی پہنا کیا ضرور تھا۔

باطن کا دعوی نہیں رکھتا محض [illegible] کیا کرتا ہوں لیکن [illegible] جانتا ہوں ——— یہ درویشی تو تمامتر ترک و تسلیم [illegible]

در خصومت آمدند دو درویش — [illegible]
قاضی ایشاں را بہ کنجے برد باز — [illegible]
جامۂ تسلیم [illegible] گروہ [illegible] — ایں خصومت از چہ [illegible]
گر شما ہستید اہل جنگ و کیں — ایں لباس [illegible]

Marfat.com

ور شما ایں جامہ را اہل آمدید   در خصومت از سر جہل آمدید

منکہ قاضی ام نہ مرد معنوی   زیں مرقع شرم میدارم قوی

گر بہ دعوئ عزم ایں میداں کنی   سر دہی بر باد ترک جاں کنی

نفس کی شقاوت کی کوئی حد نہیں ۔ انسان کی نظر سے درد انگیز عبرتناک واقعات کیسے کیسے ہر روز گزرتے رہتے ہیں ، پھر بھی اسے عبرت حاصل ہوتی ہے نہ نصیحت ۔ کسی نے ایک مسن گورکن سے سوال کیا ، کہ "تمھاری تو عمر قبروں کے کھودنے ہی گزری یہ بتاؤ کیا کیا عجائبات نظر سے گزرے" جواب ملا کہ سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ستر سال گورکنی کرتے ہو گئے اور اپنا نفس ایک لمحہ کے لیے بھی مردہ نہ ہوا ۔

یافت مردے گورکن عمرے دراز   سائلش گفتہ کہ چیزے گو باز

چہ عمرے گورکندی در مغاک   چہ عجائب دیدۂ در زیر خاک

گفت ایں دیدم عجائب حسب حال   کیں سگ نفسم ہمیں ہفتاد سال

گور کردن دید و یک ساعت نہ مرد   یک زماں فرمان و یک طاعت نہ برد

سب سے زیادہ زور دینے کے قابل علائق دنیوی کا ترک ہے ۔ حب دنیا حیات ایمانی کے حق میں زہر ہے ۔

حب دنیا ذوق ایمانت ببرد   آرزو ئیش پرتو جانت ببرد

چیست دنیا آشنائے حرص و آز   ماندہ از فرعون و نمرود باز

کار دنیا چیست ؟ بیکاری ہمہ   چیست بیکاری ؟ گرفتاری ہمہ

ہست دنیا آتش افروختہ   ہر زماں خلقے دگر را سوختہ

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کھری زمین پر استراحت فرما رہے تھے اور سر کے نیچے ایک چھوٹی سی اینٹ تکیہ کے طور پر رکھ لی تھی ۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں ، کہ ابلیس پاس کھڑا ہے ۔ فرمایا : "ملعون ، تیرا یہاں کیا کام ہے ؟" اس نے جواب دیا : "یہ اینٹ میری ملکیت

لے سجادگی اور نذر و نیاز کے دعویدار ، مقدس باز قسم کے "مشایخ" نے یہ حکایت سن لی ہے ۔

Marfat.com

ساری دنیا ہی میری ملک ہے۔ اور یہ اینٹ بھی اسی کا ایک جزو ہے۔ آپ اس کو اپنے کام میں لائے۔ تو آپ نے خود ہی مجھ سے توسل پیدا کیا۔ حضرتؒ نے یہ سنتے ہی اینٹ پھینک دی اور دوبارہ استراحت کو لیٹے۔ ابلیس بولا: "اب بیشک آرام کیجئے۔ اب میرا یہاں ٹھہرنے کا کوئی کام نہیں رہا۔" (ص ۱۰۹-۱۱۰)

ایک صاحب نے بعد نماز دعا کی کہ "کارساز عالم! میرے حال پر رحم کر" ایک دل جلا جل کر بولا: "تم اور طلب رحمت! ہمہ وقت تو اپنی خود پرستیوں میں مست ہو۔ مکان ہے تو عالی شان۔ در و دیوار ہیں تو زرنگار۔ کام کاج کے لیے غلاموں کی کھیپ کے محتاج، کنیزوں کی ضرورت اس پر مستزاد۔ خود پرستی میں یہ انہماک و اہتمام، اور اس پر نزول رحمت کی توقع و طلب؟ واقعی اگر رحمت باری کی تمنا ہے، تو پہلے اپنے کو غیر سے فارغ البال کرو۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؎

تو زناز خود نہ گنجی در جہاں — می خرامی از تکبر ہمہ زماں
منظرے سر بر فلک افراشتہ — چار دیوارش بزر بنگاشتہ
دہ غلام و دہ کنیزک کردہ راست — رحمت آنجا کے بود بر کوے راست
نیک بنگر تا تو با ایں جملہ کار — جائے رحمت داری آخر شرم دار
روئے اکنوں می بگرداں از ہمہ — تا شوی فارغ چو مرداں از ہمہ

مومن کو رحمت الٰہی کی طرف سے مایوس کبھی نہ ہونا چاہیے۔ گناہ کیسے ہی اور کتنے ہی ہوں، بہرحال رحمان و رحیم کی رحمت ان سے وسیع تر ہے۔ بیان [illegible] ضرورت ہے۔ مومن کو چاہیے کہ ہر حال میں اس کی رحمت پر بھروسہ رکھے، اور اپنی [illegible] توبہ میں مشغول رہے۔

اس مضمون کو مختلف پیرایوں میں بار بار ادا کیا ہے، مثلاً [illegible] ؎

تو یقیں می داں کہ صد عالم [illegible] — [illegible]
[illegible] چوں در آید موج [illegible] — [illegible]

اور کہیں یوں ؎

Marfat.com

گر نہ بودے مرد را توبہ قبول ‏ ‏ ‏ کے بدے ہرگز برائے او نزول

گر گنہ کردی درِ توبہ ست باز ‏ ‏ ‏ تو بکن کیں ورنہ خواہد شد فراز

گر بہ صدق آئی دریں رہ یکدمے ‏ ‏ ‏ صد فتوحت پیش آید ہر دمے (۹۷)

اصل شئے اخلاص و صدقِ نیت ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر شرک بھی اخلاص کے ساتھ ہے تو عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ سے بالآخر ہدایت نصیب ہو کر رہے گی۔ شیخ حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شب حضرت جبرئیل اپنے مقامِ قرب میں تھے کہ حضرت قدس سے صدا لبیک کی سنائی دی۔ سمجھے کہ کوئی خاص مقبول بندہ اس وقت ذکر و عبادت میں مصروف ہے اور اس کی پذیرائی ہو رہی ہے۔ جی میں آئی کہ اس کا پتہ لگائیے۔ دم بھر میں ہفت اقلیم کا چکر لگا ڈالا۔ اس کا پتہ نہ چلا۔ کرۂ زمین کا رُخ کیا۔ اس کا کونہ کونہ چھان ڈالا۔ پتہ پھر نہ چلا۔ اپنے مقام پر واپس آئے۔ دیکھا کہ حضرت قدس سے صدائے لبیک برابر چلی آ رہی ہے تلاش از سرِ نو شروع کی اور اب کی بھی ناکام رہے۔ عاجز آ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ حکم ہوا۔ ملک روم میں جا کر دیکھو۔ آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بُت کے آگے اس کی عبادت ہو رہی ہے۔ دنگ و حیران ہو کر عرض کی پروردگارِ عالم، یہ آخر کیا راز ہے کہ صریح بُت پرستی پر یہ رحمت! جواب سُنیئے ؎

حق تعالیٰ گفت ہست او دل سیاہ

زاں نمی داند غلط کردست راہ ‏ ‏ ‏ وہ نادانی سے غلط راہ پر پڑ گیا ہے

از نیازش خوش ہمی آید مرا ‏ ‏ ‏ تو کیا ہوا ہم تو اس کے خلوص قلب کو دیکھ رہے ہیں

زیں نشان دادن ہمی باید مرا ‏ ‏ ‏ وہ اس وقت گمراہ ہے تو ہوا کرے ہم ابھی

گر ز عجلت رہ غلط کرد آں سقط ‏ ‏ ‏ اس کے خلوص نیت کا انعام یہ دیتے ہیں

منکہ می دانم نہ کردم رہ غلط ‏ ‏ ‏ کہ وہ راہ راست پر آیا جاتا ہے۔

ہم کنوں را پیش ہم تا پیشگاہ ‏ ‏ ‏ (ص ۹۷)

لطف او خواہد شد او را عذر خواہ

چنانچہ ؎

Marfat.com

این بگفت و راہ جانش بر کشاد
در خدا گفتن زبانش بر کشاد

معاً اس کا قلب روشن کر دیا گیا۔ کشو وکا کے مرتبے آناً فاناً طے کرا دیئے گئے اور مشرک و بت پرست بات کہتے کہتے موحد و خدا پرست ہو گیا۔

شیخ کے نظام عمل میں سب سے بلند و مقدم مرتبہ، احکام الٰہی کے اتباع کا ہے۔

ایک مرغ و زبان تمثیل میں روح کی زبان سے سوال ہوتا ہے کہ

دیگرے پرسید از وکہ رہنما
چوں بود گر مرامی آیدم بجاے
من نہ دارم با قبول و ردّ کار
می کشم فرمان او در انتظار

تعمیل ارشاد اور فرماں برداری کے باب میں کیا ارشاد ہے؟ مجھے اختیار رد و انکار سے سروکار نہیں۔ میں تو محض اتباع امر کرنا چاہتا ہوں۔

ہُدہُد (رہبر حق) کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ

گفت نیکو کردی اے مرغک سوال
برتر از ایں بیشتر نبود کمال
کے بری جاں گر تو آنجا جاں بری
جاں بری گر تو بجاں فرماں بری
ہر کہ فرماں برد از خذلاں برست
از ہمہ دشوارہا آساں برست
طاعتے با امر گر یک ساعت است
بہتر از بے امر عمرے طاعت است

اس سے بلند تر کوئی بھی مرتبہ نہیں یہ رتبہ اور سارے رتبوں سے اعلیٰ و افضل ہے۔ تعمیل امر میں ایک ساعت کی بھی طاعت ساری عمر کی اطاعت گزاریوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنی مرضی و ارادے سے کی جائیں۔

(د ص ۱۳۶)

انسان بندہ ہے۔ اس کا کمال یہی ہے کہ بندگی میں کمال پیدا کر دکھائے۔

بندگی ایں باشد و دیگر ہوس
بندگی افگندگی است اے ہیچ کس
تو خدائی می کنی نے بندگی
نہ شود بندگی تا افگندگی

Marfat.com

مقبولیت اور برگزیدگی کا دعویٰ آسان ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلیل بھی کمالِ عبودیّت و افگندگی ہے ؎

بندہ آں نبود کہ از روے گزاف   می زند در بندگی پیوستہ لاف
بندہ وقت امتحاں آید پدید   امتحاں کن تا نشاں آید پدید

Marfat.com

باب ۸ ؎

لوائح

(ملا نورالدین عبدالرحمن جامیؒ)

۱۔ مصنف

ملا جامیؒ کا زمانۂ وفات نویں صدی ہجری کے اختتام کا ہے، اس لیے انہیں دورِ متوسطین کی آخری یادگار کہہ سکتے ہیں، یہ وہ زمانہ ہے کہ تصوف ایک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، اور اسلام کی سادہ تعلیم میں فلسفہ اور غیر مذاہب کی آمیزش اچھی طرح ہو چکی تھی۔

اسمِ گرامی قولِ مشہور کے مطابق نورالدین عبدالرحمن تھا۔ سفینۃ الاولیا کی روایت ہے کہ اصل نام عمادالدین تھا، مشہور نام نورالدین ہو گیا، والد کا نام ایک روایت میں احمد بن محمد دشتی آیا ہے، دوسری میں نظام الدین احمد دشتی۔ دشت اصفہان کے ایک محلہ کا نام ہے۔

ولادت قصبۂ جام میں ہوئی، کچھ اس مناسبت سے، اور کچھ اس لحاظ سے بھی کہ شیخ الاسلام احمد جامؒ کی عقیدت کا جام نوش فرمایا تھا، اپنا تخلص جامی قرار دیا، خود فرماتے ہیں:۔

مولدم جام و رشحۂ قلمم — جرعۂ جام شیخ الاسلامی ست
لاجرم در جریدۂ اشعار — بدو معنی تخلصم جامی ست

؎ ماخذ:۔ (۱) نفحات الانس (جامی) (۲) سفینۃ الاولیا (دارا شکوہ)
(۳) مفتاح التواریخ (مسٹر بیل)

Marfat.com

تخلص اس قدر مقبول ہوا کہ لوگ نام بھول گئے۔ عام زبانوں پر صرف جامی یا ملا جامی رہ گیا۔
تاریخ ولادت بالاتفاق ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ (۷ نومبر ۱۴۱۴ء) ہے۔ اور تاریخ وفات
بہ روایت قوی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء) ہے۔ ایک ضعیف روایت ۹۰۱ھ سے متعلق
بھی ہے۔ وفات شہر ہرات میں ہوئی۔

بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا سعد الدین کاشغری سے تھی۔ بچپن میں پانچ سال کے
بھی سن سے پہلے خواجہ محمد پارسا نقشبندی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ طریق روحانیت کی
تخم ریزی قلب میں اسی وقت سے ہو گئی۔ ۷۵ سال کی عمر میں جب نفحات الانس کی تالیف میں
مشغول ہوتے ہیں، اس واقعہ کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں، کہ قلم سے گویا سیاہی کے بجائے
عقیدت کے قطرے ٹپک رہے ہیں، ۸۲۲ھ تھا کہ آخری جمادی الاول یا آغاز جمادی الآخر میں
خواجہ موصوف جام سے گزر رہے تھے۔ خلقت گروہ در گروہ نذر و اخلاص و عقیدت پیش کرنے کو
ہو رہی تھی، ملا جامی کے والد ماجد نے اس خورد سال بچہ کو خواجہ کی پالکی میں لا کر بٹھا دیا۔ خواجہ نے
التفات خاص فرمایا۔ اور ایک سیر مصری عنایت کی۔ اس سرگذشت کو قلمبند کرنے کے بعد
لکھتے ہیں :-

"امروز آں شصت سال است کہ ہنوز صفائی طلعت منور ایشاں در دل
من و ہمانا کہ رابطہ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبتے کہ ایں فقیر را نسبت بہ خاندان
خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم واقع ست بہ برکت ایشاں بودہ باشد و امید
می دارم کہ برمین ہمیں رابطہ در زمرہ محباں و مخلصاں ایشاں محشور گردم"
(نفحات۔ ص ۴۴۹-۴۵۰)

مگر سب سے ارتباط و اختصاص شاید خواجہ عبید اللہ احرار کے ساتھ تھا اُن کا تذکرہ
نفحات اور اپنی دوسری کتابوں میں کمال عقیدت و تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

علوم ظاہری کی تعلیم ہرات میں پائی۔ استادوں میں نام ملا جنید، خواجہ علی سمرقندی،
قاضی روم سمرقندی کے ملتے ہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں بڑے ذہین اور بڑے قوی الحافظہ تھے
ذکاوت، جودت ذہن، قوت حافظہ، ان سب کے عجیب و غریب واقعات تذکروں میں ملتے

Marfat.com

ہیں، شوخ و ظریف بھی تھے، اس کا ثبوت آج تک بہارستان کے صفحات دے رہے ہیں،

"حضرت مولانا را فہم و طبعے کہ بود بالاتر ازآں من باشد و بسیار خوش خلق و خوش تکلم و شگفتہ بودند و مطائبہائے لطیف می فرمودند" (سفینۃ الاولیاء)

تصانیف کی تعداد لفظ جام کے ہم عدد، ۴۴ ہے، مشہور یہ ہیں :-

یوسف و زلیخا، تحفۃ احرار، سبحۃ الابرار، نفحات الانس، شواہد النبوۃ، لوائح، بہارستان، شرح کافیہ اور کلیات،

مرید سلسلۂ نقشبندیہ میں تھے، لیکن طبیعت پر ذوق و وجد چشتیہ کا سا غالب تھا، "ہمیشہ در ذوق و وجد می بودہ اند" (سفینہ) اور شاید اسی لئے سماع سے بھی محترز تھے،

مثنوی، غزل، قصیدہ وغیرہ نظم کی ہر صنف پر قادر تھے، اور مدح، تشبیب، معرفت، توحید وغیرہ ہر مضمون کے مالک تھے، سب سے بڑھا چڑھا رنگ نعت کا تھا، اس جوش و خروش کی نعتیں فارسی میں کمتر کسی اور کی ملیں گی،

مرتبۂ کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود ان کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ "شہباز ہمارے جنگل میں آ پھنسا ہے" (سفینہ) خواجہ عبید اللہ احرار اتنی تعظیم برتتے کہ اپنے معمولی لفظ "عرضداشت" سے تعبیر کرتے اور اکثر فرماتے تھے کہ "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ یعنی میرے پاس کیوں آتے ہیں" گویا ملا جامی کو آفتاب ٹھہراتے اور اپنے کو چراغ،

احوال و کرامات کے اخفا میں خاص اہتمام تھا، جہاں تک بس چلتا تھا اپنے کمال کو نہ ظاہر ہونے دیتے، باایں ہمہ مرجع خلائق تھے،

"مقبول عالم و مقتدائے ماوراء النہر و خراسان و پیشوائے اہل زمان ... حسن بایقرا کمال عقیدت و نیازمندی بخدمت ایشاں ...". (سفینہ)

سلطان اور امراء کی عقیدت مندیاں ... تھے،

"در عہد سلطان ابوسعید بخداشناسی و خداپرستی شہرت یافتہ قبول خاص و عام گشت، و در عہد سلطان حسن بایقرا بیشتر از بیشتر قبول یافتہ، ..."

Marfat.com

غاشیۂ انقیاد او بر دوش جاں می داشت۔ (مفتاح التواریخ)

خانۂ کعبہ کی زیارت کو گئے، تو آمد و رفت دونوں موقعوں پر قبول عام نے قدم قدم پر استقبال کیا، ایک مرتبہ دمشق میں مقیم تھے کہ سلطان روم کا قاصد پانچہزار اشرفیوں کی نذر لئے ہوئے اس درخواست کے ساتھ پہنچا کہ قسطنطنیہ بھی شرف قدوم سے مشرف ہو جائے، مولانا قاصد سلطانی کی آمد کی خبر پاکر قاصد کے ورود سے قبل ہی تبریز چل کھڑے ہوئے تھے، یہاں حاکم کردستان حسن بیگ کی نیازمندیاں زنجیر پا ہونے لگیں، بمشکل تمام اجازت لے کر خراسان پہنچے یہاں پہنچے تو یہاں بھی نذرانوں کے انبار نے خیر مقدم کیا۔

۲۔ تصنیف

"لائحہ" کے لفظی معنی شعاع درخشاں کے ہیں، مجازی معنی تختۂ عمل یا روزنامچہ کے ہیں۔ لوائح اس کی جمع ہے، لوائح جامی چند لائحوں کا مجموعہ ہے، کل تعداد نسخہ نولکشوری کے مطابق ۴۲ ہے، اور نسخہ لندنی کے مطابق اس سے کم، قدما فن کی تصانیف کی طرح سلوک کے علم و عمل پر یہ کوئی جامع و مبسوط رسالہ نہیں، بلکہ صرف فلسفۂ تصوف سے متعلق چند لطائف و اشارات کا مجموعہ ہے، زمانۂ تالیف وہ ہے، کہ یونانی مشرکوں کے فلسفہ کو مسلمانوں میں رائج ہوتے کئی سو سال ہو چکے ہیں، اور اشراقیت و مشائیت، تناسخ و حلول، عقل کل اور ہیولی اور اسی طرح کے خاک بلا کیسے کیسے عقائد و اوہام یونانی، مصری، ہندی، ایرانی فلسفہ، نجوم اور جوگ کے اثر سے اسلامی مدرسوں اور خانقاہوں میں داخل ہو چکے ہیں، اور خود مسلمانوں کے اندر شیخ الاشراق اور طوسی اور فارابی اور ابن سینا اور ابن رشد جیسے "معقولی" بڑی تعداد میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور ان کے خرافات توحید کے خاندان میں گھر گھر پھیل چکے ہیں۔

اسلامی تصوف اب قرآن و سنت پر عمل کا نام تھا، جنید و ذوالنون کا تصوف صحابہ کرام کی تقلید تھی، ان کے عقائد و اعمال ابوبکرؓ و علیؓ کے عقائد و اعمال تھے، اب دور وہ تھا کہ ہر چیز عقلی بن چکی تھی، شیخ ابن عربی اور ان کے شاگردوں کے طفیل میں سلوک بھی اب ایک فلسفہ تھا، اور اس کے خاص خاص نظریات تھے، بڑے بڑوں کی خانقاہیں اور تکیے اب ایسے ایسے

Marfat.com

عقائد اور اعمال کے گہوارے بن چکے تھے، جن سے صحابہ و تابعین کے دور میں کوئی واقف نہ تھا۔

ملا جامی اسی فضا میں آنکھیں کھولتے ہیں، اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اسی غذا سے نشو و نما حاصل کرتے ہیں، اور اس کے بعد اپنے قلم کو گردش دیتے ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے ان کے فلسفۂ وحدت الوجود میں ڈوبے ہوئے، اس پر بھی جب قدم اٹھاتے ہیں تو جادۂ شریعت سے باہر نہیں پڑنے دیتے۔ ساری کتاب میں بس ایک مسئلہ توحید باری اور اسی کے متعلقات کو مختلف پیرایوں میں مختلف تعبیروں کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور بدعات مشائخ میں سے کسی ایک کے بھی ذکر کی ہمت نہیں پاتے، موضوع نہایت نازک و متین ہے۔ اس پر بھی انداز بیان اتنا موثر ہے کہ پڑھنے والے پر ایک ہنگامی کیفیت تو فنائیت کی طاری ہو کر رہتی ہے۔

آغاز کلام میں زبان قلم یوں زمزمہ سنج حمد ہوتی ہے:۔

"خداوندا، سپاس تو بزبان نمی آریم و ستایش تو بر تو نمی شماریم، ہر چہ از صحائف کائنات از جنس اثنیہ و محامدست ہمہ بہ جناب عظمت و کبریائی تو عائد ست، از دست و زبان چہ آید کہ سپاس و ستایش ترا شاید تو چنانی کہ خود گفتۂ و گوہر ثنائے تو آں ست کہ خود سفتۂ ؎

آنجا کہ کمال کبریائے تو بود | عالم نمے از بحر عطائے تو بود
مارا چہ حد حمد و ثنائے تو بود | خود حمد و ثنائے تو سزائے تو بود۔

مناجات اور طلب توفیق میں متعدد رباعیاں لکھی ہیں، مثلاً ؎

(۱) یارب دل پاک و جان آگاہم دہ | آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہ خود اول ز خودم بیخود کن | آنگہ بخود ز خود بخود راہم دہ

(۲) یارب ہمہ خلق را بہ من بدخو کن | از جملہ جہانیاں مرا یک سو کن
روئے دل من مصرف کن از ہر جہتے | از عشق خودم یک جہت و یکرو کن

تمہید اور مطالب و اغراض و لطائف کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

این رساله ایست مسمّی به لوائح
در بیان معارف و معانی که بر الواح
اسرار و ارواح ارباب عرفان
و اصحاب ذوق و وجدان لایحه
گشته به مجاهدات لائقه و
اشارات رائقه متوقع که وجود
متصدی این بیان را در میان نه
بینند و بر بساط اعتراض و سماط
اعتراض نه نشینند، چه او را درین
گفتگو نصیبے جز منصب ترجمانی
نے، و بهرهٔ غیر از شیوهٔ
سخن رانی نے

من هیچم و کم ز هیچ هم بسیارے
از هیچ و کم از هیچ نیاید کارے
هر سر که ز اسرار حقیقت گویم
زانم نه بود بهره بجز گفتارے

اس رسالہ کا نام لوائح ہے۔ اس میں
ان معانی و معارف کا بیان ہے جو
ارباب عرفان و اصحاب ذوق و وجدان
کے قلوب و ارواح پر روشن ہوئے۔
اور جنہیں یہاں الفاظ مناسب و
اشارات دلکش کے ساتھ قلمبند کیا گیا۔
امید ہے کہ پڑھنے والے یہاں بیانات
کے شارح کی شخصیت کا خیال درمیان
میں نہ لائیں گے اور اعتراض و نکتہ چینی سے
محترز رہیں گے، اسلئے کہ مصنف کا منصب
اس کتاب میں محض ترجمانی کا ہے۔ اس کی
حیثیت ایک آلے سے زائد مطلق نہیں ہے
میں ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں ایسے
ہیچ اور کمتر از ہیچ سے جو ہی کیا سکتا ہے۔
یہ جو اسرار حقیقت میں بیان کر رہا ہوں ان
کا صرف ناقل و ترجمان ہی ہوں اس سے زائد کچھ نہیں

اب لوائح کے لائحہ شروع ہوتے ہیں،

(۱) لائحہ اوّل۔ اس بیان میں ہے کہ عالم و مافی العالم سے قطع نظر کرکے خدائے دوجہاں آفریں ہی کی طرف بہ کمال یکسوئی متوجہ رہنا چاہیئے،

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ. حضرت بیچون که ترا نعمت هستی داده است در درون تو جز یک دل ننهاده ست تا در محبت او یک رو باشی و یک دل، و از غیر او معرض و بر او مقبل، نه آنکه یک دل را صد پاره کنی و هر پاره در پے مقصدے آواره ـــ

ای آنکه به قبلهٔ بتان روست ترا
بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا

Marfat.com

دل در پے این و آں نہ نیکوست ترا یک دل داری بس است یک دوست ترا

(۲) لائحہ دوم، اس حقیقت کے بیان میں ہے کہ مخلوق سے دل لگانا ہی طبیعت میں پراگندگی و انتشار کا باعث ہوتا ہے، اور اگر لو صرف خالق داور دیکتا سے لگی رہے، تو جمعیت خاطر و یکسوئی بھی تمام تر میسر رہے۔

"تفرقہ عبارت از آں است کہ دل را بہ واسطہ تعلق با مور متعددہ پراگندہ سازی، و جمعیت آنکہ از ہمہ بہ مشاہدہ واحد پردازی۔ جمعے گمان بردند کہ جمعیت در جمع اسباب است در تفرقہ ابد ماندند و فرقہ بہ یقین دانستند کہ جمع اسباب از اسباب تفرقہ است از ہمہ افشاندند دست

اے مائل رہ سخن ز ہر باب مگوے [illegible]

چوں علت تفرقہ ست اسباب جہاں [illegible]

(۳) لائحہ سوم کی تعلیم ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور ظاہر و باطن ہر حال میں [illegible]

زہے خسارت کہ تو دیدہ از لقائے [illegible]

او بر داشتہ ... وجہ تو کردی [illegible]

وطریق رضائے او بگذاشتہ راہ [illegible]

دگیر فی سپری [illegible]

با یار بہ گلزار شدم ... [illegible] [illegible]

در گل نظرے فگندم از ... [illegible] [illegible]

دلدار بہ طعنہ گفت شرمت بادا [illegible]

رخسار من اینجا است تو در گل نگری [illegible]

(۴) لائحہ چہارم ... [illegible]

ہے اس کے ... [illegible]

(۵) لائحہ پنجم ... [illegible]

تو اس پر ... [illegible]

Marfat.com

اور اس [illegible] اور اسی [illegible]
[illegible] میں رہ گیا۔
[illegible] حقیقت بیان کی ہے۔

[illegible]	آدمی اپنی [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

حالتے از حالات [illegible]

در شنیدن و گفتن [illegible]

(۸) لائحہ ہشتم. جس طرح [illegible]

بھی کوشش کرکے تعلقات دنیوی سے [illegible]

(۹) لائحہ نہم. اس میں [illegible]

[illegible]

(۱۰) لائحہ دہم [illegible]

[illegible]

(۱۱) لائحہ یازدہم [illegible]

[illegible]

(۱۲) لائحہ دوازدہم [illegible]

[illegible]

(۱۳) [illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

(۱۲) [illegible] بیان کئے ہیں

[illegible]

یہ [illegible] کے مرادف ہے

(۱۳) [illegible] صفات کی تحقیق میں ہے [illegible]

[illegible] ذات

[illegible]

Marfat.com

(۱۶) لائحہ شانزدہم میں اس حقیقت کی ترجمانی ہے کہ ذات بحیثیت ذات تمام اسماء صفات و اضافات سے معری ہے لیکن اپنے ظہور و شہود میں ان سب سے متصف ہو کر باقی ہے۔ اور جوں جوں تجلیات میں کثرت پیدا ہوتی جاتی ہے یہ اضافہ بھی بڑھتا جاتا [illegible]

(۱۷) لائحہ ہفدہم یہ لائحہ بہت مفصل ہے۔ اس میں مراتب تنزلات اور ذات واحد کے غنائے مطلق پر دقیق پیرایہ میں گفتگو ہے۔ خاتمہ کے چند شعر حسب ذیل ہیں۔

(۱) داماں بکشد ذات غنی پاک آمد پاک — ز آلودگی وجود ما مشتی خاک
چوں جلوہ گر و نظارہ گر جملہ خود است — گر ما و تو در میاں نباشیم چہ باک

(۲) واجب ز وجود ما بود مستغنی است — [illegible] مستغنی است
در خود ہمہ را چو جاوداں می بیند — [illegible]

(۱۸) لائحہ ہیژدہم ہر نوع حیوانی کے افراد کے تشخصات اور تعینات کو اگر دور کیا جائے تو افراد کے ساتھ اسم مشترک اسی نوع حیوانی کا [illegible] کے ممیزات کو دور کیا جائے تو اب اسم مشترک حیوانی [illegible] نامی کے دوسرے انواع کے ممیزات کو اگر حذف کیا جائے تو [illegible] جائے اب یہی عمل تحلیل اگر جسم اور دیگر انواع جوہر کے مشخصات [illegible] باقی رہ جائے گا جوہر اور اعراض کے ممیزات بھی اگر حذف [illegible] پڑے گا اب ممکن و واجب کے ممیزات کی تحلیل کر دی جائے تو [illegible] وجود مطلق باقی رہے گا اور یہی تمام موجودات و مخلوقات [illegible]

تا چند ز حیث [illegible] — [illegible]
یک ذات فقط [illegible] — [illegible]

(۱۹) لائحہ نوزدہم یہ شئون و تجلیات [illegible] صورت میں ذوق [illegible] [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

عرفان سے عاجز ہیں۔ ـــــ

ہر چند کہ جان عارف آگاہ بود [illegible]

وحدت ہمہ جا اشغف ارباب شہود [illegible]

(۲۵) لاخ بست و پنجم۔ حقیقت الحقائق اپنی [illegible]

لیکن بہ لحاظ تجلیات و شئونات کثیر و متعدد [illegible]

کرتے ہیں۔ اور بہ لحاظ ظہور و نمود [illegible]

کے نسب و اعتبارات ہیں۔ اور یہی معنی ہیں [illegible]

(۲۶) لاخ بست و ششم۔ اس میں شیخ ابن عربی کے [illegible]

اغراض سے جو عین وحدت ہے کہ حقیقت ہستی [illegible]

تبدیل ہوا کرتا ہے جیسا کہ [illegible]

(۲۷) لاخ بست و ہفتم۔ جناب وحدت حق کے [illegible]

میں [illegible] تقیدات و تعینات ہیں [illegible]

تبدیل [illegible]

جز ہست وجود [illegible]

[illegible]

(۲۸) لاخ بست و ہشتم۔ حقیقت ہستی [illegible]

وجود کی حقیقت [illegible]

یوں بیان کرتے ہیں ـــــ

[illegible]

(۲۹) لاخ بست و نہم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

(۳۰) لائحہ سی ام، ہر امر وجودی بجائے خود خیر محض ہے، جس عمل میں شر وذم کا پہلو نکلتا ہے وہ کسی فعل وجودی کا بجائے خود نتیجہ نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ایک فلاں امر وجودی نے دوسرے امر وجودی کو معدوم کر دیا زید اگر بکر کو قتل کر ڈالتا ہے تو یہ واقعہ اپنے اثباتی یا ایجابی پہلو یعنی زید کی قابلیت قتل کے لحاظ سے مذموم نہیں، بلکہ اپنے عدمی و سلبی پہلو سے مذموم ہے یعنی اس اعتبار سے کہ اس نے بکر کی حیات کو مرتبہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔

(۳۱) لائحہ سی ویکم، اس میں شیخ صدر الدین قونوی کے ایک قول کی تشریح کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ علم تابع ہے وجود کے، ہر حقیقت وجودی کے لئے ایک علم ہے، اور جو تفاوت حقائق وجود میں ہے اسی کے تناسب تفاوت علم بھی رہتا ہے۔

(۳۲) لائحہ سی و دوم جس طرح ہستی مطلق کی حقیقت، کائنات کی ہر ہر ذات میں شامل و مندرج ہے، اسی طرح اس کے صفات بھی تمام صفات موجودات میں جاری وساری ہیں۔

(۳۳) لائحہ سی وسوم اصل عبارت:-

"حقیقت ہستی ذات حق سبحانہ وتعالیٰ شئون ونسب و اعتبارات آں مقتضی او و اظہار او ہر خود ش را متلبسہ بہذا النسب والاعتبارات فعل تاثیر او تعینات ظاہرہ مرتبہ علمی بہذا الاظہار آثار او"

(۳۴) لائحہ سی و چہارم، حضرت حق کی تجلیات دو ہیں، ایک غیبی، اس کو صوفیہ فیض اقدس سے موسوم کرتے ہیں، دوسرے شہادی وجودی، اس کا اصطلاحی نام فیض مقدس ہے۔

دامن تجلی ثانی مترتب بر تجلی	یہ دوسری تجلی اسی پہلی تجلی
اولی ست ومظہر ست مر کمالاتے	پر مترتب ہوتی ہے، اور جن
راکہ بہ تجلی اول در قابلیات	کمالات کو تجلی اول نے درجہ
واستعدادات اعیان	قابلیت واستعداد میں مندرج
اندراج یافتہ بود،	رکھا تھا، ان کی یہ مظہر ہوتی ہے۔

Marfat.com

تاریخ تصوف کے بہت متاخر زمانہ کی بساط بھی نظروں کے سامنے بھر گئی تصوف کی جگہ اب فلسفہ تصوف لے چکا ہے، اصطلاحیں تمام باہر والوں کی پھیل گئی ہیں، یہ سب ہے، لیکن گفتگو وہی توحید ہی پر جاری ہے، مشرکانہ خیالات، نیم مشرکانہ بدعات و رسوم کا نام بھی شروع سے آخر تک نہیں آنے پاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا فن توحید ہی سے شروع ہوتا ہے، اور توحید ہی پر ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ۹

فقرِ محمدی

(شیخ احمد الواسطی)

پرانے مشائخ طریقت میں ایک بزرگ شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی گزرے ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی ان کو "عالم ربانی اور عارف کامل" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی شان میں لکھتے ہیں کہ

از ائمہ حنابلہ بود و	حنبلی مذہب کے مشہور ائمہ میں سے تھے
مقتدائے روزگار و در طریق اتباع	اپنے زمانہ کے پیشوا اور پیروی
سنت و تقویم و ترویج آں طریقہ	سنت رسول اور اس کے پھیلانے
بے نظیر وقت خود بود۔	میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے۔

ان بزرگ کا عربی میں ایک رسالہ الفقر المحمدی کے نام سے ہے۔ شیخ داؤد کو ایک اس کا بات ترجمہ کیا گیا۔ اس کا فارسی ترجمہ انہوں نے تحصیل الکمال الاحمدی باختیار الفقر المحمدی نام سے کر دیا، جو ان کے مجموعہ رسائل و مکتوب میں نمبر پانچ پر شائع ہوا ہے۔ آج تصوف سے بہت سے دشمن اور مخالفین اور بہت سے دوست و موافقین اس کو شریعت اسلامی سے علیحدہ کوئی مستقل نظام سمجھ رہے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے واسطے شاید اس کے رسالے کا مطالعہ مفید ہو۔ ترجمہ لفظی نہیں، عنوانات میرے اضافہ کئے ہوئے ہیں اور مضامین کی ترتیب بھی میری ہی قائم کی ہوئی ہے۔

تصوف کا اصل اصول: اگر سچی درویشی اور اصل فقیری کی طلب ہے جس کی جستجو مقصود ہو اور شائقین بلند ہوں تو لازم ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری اور درویشی کو جانو اور انہی کی پیروی کرو کہ صاف اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہے جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے۔

Marfat.com

کے آنے والوں کی درویشی نہ اختیار کرو، کہ پانی سرچشمہ سے دور جا کر گندا ہو جاتا ہے، اور اس کا رنگ اصلی قائم نہیں رہتا ہے۔

اس مسلک کا انجام | اس طریقہ محمدی پر اگر قائم رہے تو امید ہے کہ اگلوں سے جا ملو گے، جو پیغمبر خدا کے اصحاب ہیں تھے۔ قیامت کے روز پیغمبر کے جھنڈے کے نیچے پیر اور یا اللہ پیغمبر کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا کہ دوسرے اپنے اپنے شیخوں اور مرشدوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، لیکن تمہارے اوپر اس وقت تمہارے شیخ حقیقی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا سایہ ہوگا۔

تصوف کے معنی | لوگوں کی زبان پر آج فقر فقر ہے، لیکن اس کی حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں، نہ یہ جانتے ہیں کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے، اور نہ یہ جانتے ہیں کہ اس کی انتہا کیا ہے۔ اگر فقر کے معنی سمجھ میں آجائیں اور اس کے ابتدائی مدارج کا علم ہو جائے تو اس پر اس کی انتہا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ فقر کے میدان میں قدم رکھنا صرف [illegible] ممنوعات سے بچنے اور احکام کی تعمیل پر قدرت حاصل ہو جائے۔

لازمی شرطیں | اس رنگ میں دو چیزیں نہایت ضروری ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

کاملین کا مرتبہ | اوپر جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں یہ مبتدیوں کے لئے ہیں۔ جب دل کو انہیں کے سننے کی تاب نہیں اور ان پر شعر کی رونق نہیں تو پھر کاملین کے مرتبہ کمال کو وہ کیونکر سمجھ سکتے ہیں اور اس کی تشریح اس مختصر رسالہ میں کیسے کی جا سکتی ہے۔ صرف ان کے مرتبہ کا اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے

سچے تفکر کی علامات | محمدی تصوف والوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے ذوق سے لذت رکھتے ہیں اس کی آواز پر وجد کرنے لگتے ہیں اور اس کے سننے کے وقت ان پر ذوق و شوق اور تجلیوں کا ظہور ہونے لگتا ہے لیکن غضب کی بات ہے کہ نام نہاد صوفی کی جماعت کو ذوق ہی حاصل اس کے کلام الٰہی کا لطف نہ آئے اور اس سے ان کی طبیعت متاثر نہ ہو اور لطف اس کے اشعار پڑھ کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

سماع اور قرآن | اللہ کے دوستوں اور عاشقوں کے لئے ساری لذت و حلاوت قرآن میں ہے اور ان کی راحت و تسکین کا سامان اسی میں ہے۔ کلام کے ساتھ ان کا اپنا تعلق ہے واجد ہو جاتا ہے اور قرآن و حدیث، مواعظ و اشعار، وعد و وعید کو سنتے ہی ان کے دلوں میں گداز پیدا ہو جاتا ہے اور متکلم کی عظمت میں وہ اپنی ہستی گم کر دیتے ہیں۔ اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ شعر کو بہ نسبت قرآن کے طبیعت بشری سے خاص مناسبت ہے اس لئے اشعار کو سن کر دل میں تھوڑا سا اثر پیدا ہوتا ہے یہ قول بھی ثابت ہے۔ اس لئے کہ شعر کے وزن اور موسیقی کے تال پر پڑھنا طبیعت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ حیوانات اور بچے سب اچھی موسیقی سے اثر قبول کرتے ہیں۔ یہ لذت تو انسان کی اصل لذت کا وجدان سے کہیں بلند ہے جن کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے۔ اور محبت الٰہی حلاوت حاصل کر چکی ہے جیسا کہ حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد آنے والوں کا حال تھا ان کے قلوب کو حرکت میں لانے والی اور ان کے شوق، وجد، رقت و خشوع کو بڑھانے والی شے قرآن پاک کی تلاوت ہوتی

عملی ہدایات | صحیح تصوف یا تصوف میں قدم رکھنے والوں کے لئے عمل ہدایات یہ ہیں جو لکھی جا رہی ہیں۔

اپنے پروردگار کے سامنے جس نے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتیں عطا کی ہیں، صدق دل سے توبہ کرنا، پھر تنہائی میں جا کر سب کی نظروں سے الگ وضو کر کے دو رکعت پڑھنا، اس سے فارغ ہو کر ننگے سر ہاتھ باندھے ہوئے اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر آنسو بہانے

Marfat.com

رہنا کہ دل میں گداز پیدا ہو جائے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں اس وقت رو رو کے توبہ استغفار کرنا۔ الفاظ حدیث کے مطابق سید الاستغفار پڑھنا پھر طریق پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ قائم [illegible] رہنے کے لیے توفیق چاہنا اور آئندہ کے لیے مضبوط عہد کرنا کہ آنکھ، زبان، کان، شرمگاہ، اور ہاتھ پیر ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہیں گے۔ [illegible] زبان [illegible] کی بدگوئی، جھوٹ، بدزبانی وغیرہ سے آلودہ ہوئی ہو [illegible] آنکھ کسی ایسی چیز پہ پڑی ہو [illegible] کام کی اپنے اور پاؤں [illegible]

[illegible]

درود بھیجنے کی رغبت، دل میں ان ہی کے حالات سننے اور جاننے کا ذوق پیدا ہو، حدیث و آثار کے پڑھنے سے علاقۂ محبت کو اور ترقی ہو، شوق و اشتیاق ہو تو انہی کا، یاد ہو تو انہی کی، پیروی ہو تو انہی کی، ہر امر میں انہی کے حکم کی تعمیل اور پیروی کا شوق غالب ہو، اور ان کی پیروی میں اتنی شدت ہوتی جائے کہ ہر شخص دیکھتے ہی دیوانہ سمجھ لے۔

رسالہ کے اہم ضروری مطالب کا خلاصہ سطور بالا میں آگیا۔ شیخ عبدالحق دہلوی ان مطالب کو نقل کر دینے کے بعد خود بھی ان کی پر زور تائید کرتے ہیں کیا اہل شریعت اس کو کوئی امر اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھتے ہیں؟ کیا اہل حدیث کو اس میں کہیں حرف رکھنے کی گنجائش ہے، کیا کسی گروہ کو کوئی وجہ اعتراض ہے؟

ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا کو یہ پیغام پہنچا تھا کہ اگر اہل کتاب خدائے واحد و یکتا کی پرستش پر متفق ہو جائیں تو مسلمانوں سے فوراً صلح ہو سکتی ہے۔ اگر آج سارے مسلمان فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی محبت و اطاعت کے مرکزی نقطہ پر جمع ہو جائیں تو کیا ان کی باہمی رنجش و تفریق دور کرنے کے لئے کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟

تمت بالخیر

Marfat.com

Marfat.com

مثنوی معنوی

مولانا جلال الدین رومی معروف بہ رومی

باترجمہ و مقدمہ و حواشی اردو

قاضی سجاد حسین

تحقیق و تسہیل حسن فتحپوری

پیش گفتار

ڈاکٹر وحید قریشی استاد غالب شناسی

رئیس کلیۂ ادبیات و علوم اسلامی

دانشگاہ پنجاب

مکمل فارسی متن اور اردو ترجمہ و حواشی چھ جلدوں میں

اعادۂ طباعت ۔ عکسی ۲۰۰۶ء

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۴۔ ایل سمن آباد، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

1601

Marfat.com